دو قرآن
اللہ
تحریر
ڈاکٹر غلام جیلانی برق
ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی
رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200
منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

يَوْمُ الْحِسَابْ

یَعنی قیامت کے دِن جزاء و سزا کا فیصلہ ہوگا

مُحتاجِ دُعاء

میری والدہ ماجدہ

ذَکیہ اِقبال (مرحومہ)

زوجہ شیخ علاؤالدین

اور میرے بھائی

سُہیل اکبر شیخ مرحوم و مغفور کی

اللہ ربُّ العالمین مغفرت فرمائے اور اپنے

جوارِ رحمت میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے۔

(آمین ثُمَّ آمین)

احسن عباس

دو قرآن

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

یہ کتاب ۱۹۴۳ء ۔ ۱۹۴۲ء میں ۱۴ قسطوں میں لاہور کے ایک رسالہ "البیان" میں شائع ہوئی تھی۔ ہم شروع کی دو اقساط آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (البیان)

یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

منجانب

آپ کا ایک خیر خواہ بھائی

رابطہ کیلئے پتہ: پوسٹ بکس نمبر 81
کراچی نمبر 74200

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ﴿١٩١﴾

(سُورۃ آلِ عمران ۔ آیت ۱۹۱)

ترجمہ

جو اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے اِلٰہی اعمال کے تصور سے
غافل نہیں ہوتے اور جو کائناتِ ارض و سما پر غور کرنے
کے بعد یہ اِعلان کرتے ہیں کہ اے ربّ دُنیا میں
کوئی چیز بِلا مقصد پیدا نہیں کی گئی۔

فہرست مضامین

اِس اِصلاحی کتابچہ کی غایتِ تالیف اور مقصدِ اشاعت بس یہ ہے کہ اس کے مُطالعے سے ہر کلمہ گو بھائی بہن کا شعور اُجاگر ہو۔ عُلماء اپنے منصب کے تقاضوں اور ذِمہ داریوں کا حق ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنے سارے عِباد (بندوں) بِالخصوص عُلماء کو قرآنِ حکیم کے ذریعے کائنات کی تخلیق اور اُس کے ذرّے ذرّے کی ماہیّت کے بارے میں دعوت دے رہا ہے کہ وہ اِس کی کائنات اور قُدرت وصنّاعی میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے! اللہ تعالیٰ کی قُدرتِ کاملہ وصنّاعی کا شعور و ادراک ایسے ہی عُلماء کو ہو گا جنہیں عصرِ حاضر کی جامع اِصطلاح میں سائنٹسٹ کہا جا سکتا ہے۔ جو خالقِ حقیقی، قادرِ مطلق کی ایک ایک تخلیق، زمینوں آسمانوں کے ہر ہر طبقہ، ایک ایک شَے میں کارفرما و آشکار مظاہرِ قُدرت اُن کے مُختلف رنگوں حتّٰی کہ ہر خِطّہ ہر قوم کی زبانوں (اَلسِنہ) میں بھی غور و فکر کرے، حقیقی جائزہ لے تو یقیناً حیران و ششدر اور عاجز ہو کر ہر عالِم یہ کہہ اُٹھے گا کہ وَاللّٰہُ اَحسَنُ الخَالِقِین۔

روزانہ کے ۲۴ گھنٹوں میں اَکل و شرب، دُنیاوی لذّتوں سے بھرپور اِستفادہ اور پھر چھ آٹھ گھنٹوں تک چادر تان کر تھکن اُتارنے، سکون حاصل کرنے کے لئے نیند کے جھولے میں ہلکورے لیتے رہیں تو ساری زِندگی، روزانہ اِنسانوں کے اِس "ایکشن ری پلے" اور اعمال کی پُرسش سے بے نیاز جانوروں کے معمُولات میں فرق کیا ہے؟

عارضی حیاتِ دُنیاوی میں اِرادی، غیر اِرادی سرزد اعمال، قبر، حشر، پُرسشِ اعمال جنّت و دوزخ کے بارے میں علم رکھنے کے باوجُود لاپرواہی، بے خوفی، حقوقُ اللہ اور حقوقُ العِباد کی ادائیگی و اِہتمام سے بے نیازی آخر کب تک!

طِفل ہو، جوان ہو کہ بُوڑھا اُن کی عمر کا لِحاظ کئے بغیر اللہ کے حُکم کے مُطابق موت کا فرشتہ سانس کی ڈور کو اچانک توڑ کر پھینک دے گا۔ لِلّٰہ عاجزانہ اِلتماس اور خواہش ہے کہ ہر کلمہ گو بھائی، بہن جہنّم کا ایندھن بننے سے بچیں اور جنّت کے مُستحق بن جائیں۔ وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ۔

خیر اندیش

احسن عبّاس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

قُرآنِ حکیم کے مُطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قُرآن دو ہیں۔ کتابِ الٰہی اور صحیفۂ فِطرت، یعنی کائنات۔ ہر دو کو اللہ نے آیات کہا ہے۔ قُرآنِ حکیم کے مُتعلّق تو ظاہر ہے۔

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۱﴾

(سُورۃ یُوسُف۔ آیت ۱)

قُرآن کے مندرجات کتابِ مُبین کی آیات ہیں۔

دَلیلِ اوّل

اور دُوسری طرف صحیفۂ کائنات کے مُختلف مناظر کو بھی بارہا آیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۹۰)

اَرض وسَماء کی تخلیق اور اِختلافِ لَیل ونَہار میں عقل مندوں کے لئے آیات موجود ہیں۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۶۴)

ارض و سماء کی تخلیق، اختلافِ لیل و نہار، سمندروں میں تیرنے والی مفید کشتیوں اور اُس گھٹا میں جو زمین و آسمان کے درمیان خیمہ آرا ہے، اربابِ عقل کے لئے آیات موجود ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ط ○

(سورۃ الروم۔ آیت ۲۲)

زمین اور آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ کی آیات میں سے ہے۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

(سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۴)

تمہاری پیدائش اور چوپاؤں کی افزائشِ نسل میں اہلِ یقین کے لئے آیاتِ الٰہی موجود ہیں۔

دلیلِ دوم

قرآن اور صحیفۂ کائنات ہر دو بظاہر بے ترتیب سے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ربطِ آیات دستورِ مفسّرین کے لئے ہمیشہ ایک معمّہ بنا رہا اور کائنات کی ظاہری بے ترتیبی عیاں ہے۔ سیاروں کی بکھری ہوئی محفل سلسلۂ کوہستان تک

بُلند و پست چوٹیاں، اِنسانی دُنیا میں اَلوان وطبائع کا اِختلاف، اَقلیم اَشجار میں ظاہری بے نظمی اور حشرات وحیوانات کی بے آہنگی۔ طلبائے کائنات کو ہمیشہ پریشان کرتی رہی۔ ہر دو بظاہر بے ترتیب ہیں لیکن دراصل ایک زبردست نِظام کے حامِل ہیں جس طرح اِسرارِ قُرآن اِنسانی فہم سے وراء الورا ہیں۔ اُسی طرح صحیفۂ فِطرت باوجود عیاں ہونے کے اَزبس اَدق ہے۔ عُلمائے مغرب، اَفعالِ اِلٰہی (کائنات) کے مُطالعہ پر عُمریں صَرف کر چکے ہیں۔ اِن بُزرگوں کی ہر کوشش اُنہیں پیامِ درماندگی دے رہی ہیں اور وہ قدم قدم پر یہ اِعلان کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ

"مَعلُومَم شُدکِہ ہیچ مَعلُوم نہ شُد"

دلیلِ سوم

جس طرح دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالِم قرآن کی ایک آیت نہیں بنا سکتا، اُسی طرح بڑے سے بڑا سائنسدان ایک پتّے اور ذرّے تک کی تخلیق سے عاجز ہے۔

اَہمیّتِ مُطالعۂ فِطرت

جس طرح قولِ خُدا (قُرآن) کا مُطالعہ فرض ہے اُسی طرح عمَلِ خُدا (کائنات) کا مُطالعہ بھی اَزبس لازمی ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ○

(سورۃ العنکبوت۔ آیت ۲۰)

اَے رَسُولؐ! دُنیائے اِنسانی کو حُکم دے کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھے
کہ اللہ نے کس طرح آفرینش کی اِبتداء کی۔

جس طرح قُرآن سے اِعراض باعثِ ہلاکت ہے۔

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا ○

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۸۷)

اِن لوگوں نے کلامِ الٰہی سے مُنہ پھیر لیا۔

اِسی طرح صَحیفۂ کائنات سے اِعراض بھی عذابِ الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

(سُورۃ یُوسف۔ آیت ۱۰۵)

اَرض وسَماء میں کتنی ہی اَیسی آیات ہیں جن سے یہ لوگ مُنہ پھیر کر گُزر
جاتے ہیں۔

ایک مقام پر صَحیفۂ کائنات کے مُطالعے سے اِعراض کی سزا قومی موت
تجوِیز کی گئی ہے۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ
مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ○

(سُورۃ الاَعراف۔ آیت ۱۸۵)

کیا یہ لوگ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا
ہے کہ اُن کی موت قریب آگئی ہے۔

مُطالعۂ کائنات کی اَہمیّت کا اَندازہ صرف اِسی ایک بات سے لگایا جا سکتا

ہے کہ قرآن میں وضو، نماز، صوم و زکوٰۃ، حج، طلاق، قرض وغیرہ پر ڈیڑھ سو آیات ہیں اور مطالعۂ کائنات کے متعلق سات سو چھپن۔ قرآن حکیم ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے آخری پیامِ الٰہی ہے۔ اگر آج یہ کتاب ہمیں معاونِ ارضیہ، دفائنِ جبال اور خزائنِ بحار سے مستفید ہونے کا درس نہیں دیتی اور ترقی یافتہ اقوام کا ہم دوش نہیں بناتی، تو یہ کتاب (خاکم بدہن) صراحۃً ناقص و نامکمل ہے اور اس کا دعویٰ اَکْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (نعوذ باللہ) بے بنیاد ہے۔ آج اہلِ مغرب لوہے، تانبے، بارود اور دیگر خزائنِ ارضی سے فائدہ اٹھا کر فلکِ علم و ہنر پر آفتاب بنے ہوئے ہیں، ہواؤں میں اڑ رہے ہیں، دریاؤں میں تیر رہے ہیں، زمین کی بعید ترین اطراف کی خبریں لحموں میں سن رہے ہیں، عملِ تبخیر سے ریلیں دوڑا رہے ہیں۔ آنے والے حوادثِ سماویہ (باد و باراں) کی خبریں دے رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ صحیفۂ کائنات کے مطالعہ کے بعد اس کے قوانین و آیات کو اپنی بہتری کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

(سورۃ فاطر۔ آیت ۲۷، ۲۸)

غور کرو کہ پہاڑوں میں سفید، سرخ اور سیاہ رنگ پتھروں کی تہیں موجود ہیں۔ نیز انسانوں، چوپاؤں اور مویشیوں کے مختلف رنگوں کا

مُطالعہ کرو اور یاد رکھو اللہ سے اُس کے بندوں میں سے صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔

اِس آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اَصلی علم صحیفہ کائنات کے مُطالعے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ خوف یا خشیتِ اللہ صرف عُلمائے کائنات ہی کا حصّہ ہوسکتا ہے جس طرح شکسپیئر، رُوسو، لُقمان، سعدی، بُوعلی سینا اور اِقبال کی صحیح عظمت کو سمجھنے کے لئے اُن کے اعمال (تصانیف) کا مُطالعہ ضروری ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کی صحیح عظمت و رفعت، کمالِ تخلیق، جمالِ تکوین، نِظام ربُوبیّت اور حیرت انگیز نظم و نسقِ کائنات کو سمجھنے کے لئے صحیفہ فِطرت میں غور و تدبّر کرنا پڑے گا۔ اگر کسی مُصنّف کی تعریف اُس کی تصنیف پڑھے بغیر ہوسکتی ہے تو اللہ کی حمد و ثنا بھی اُس کے حیرت انگیز اعمال پر تدبّر کیے بغیر ممکن ہے۔

ایک بُھوکا روٹی مِلنے پر، پیاسا پانی حاصل کرنے کے بعد اور جاہل دولتِ علم سے بہرہ ور ہو کر شُکریہ ادا کرتا ہے۔ حضرت اِبراہیمؑ اولاد مِلنے پر یُوں شُکرِ اِلٰہی ادا فرماتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ○

(سُورۃ اِبراہیم۔ آیت ۳۹)

اُس اللہ کا شُکر ہے جس نے بُڑھاپے میں مُجھے دو بیٹے اِسمٰعیلؑ اور اِسحٰقؑ عطا فرمائے۔

حضرت یُوسُف عَلَیہِ السّلام زِندان سے رہا ہو کر فرماتے ہیں۔

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ ○

(سُورۃ یُوسُف۔ آیت ۱۰۰)

اللہ نے جیل خانے سے نِکال کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِذَا لَمْ یَاْتِنِیْ اَجَلُ

حَتّٰی اِذَا اکْتَسَبْتُ مِنَ الْاِسْلَامِ سَرْبَالاً

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے موت سے پہلے مجھے لِباسِ اِسلام سے مُزیّن کیا لیکن مسلمان کو محض ذاتی فائدے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے ربّ العالمین ہونے پر شکریہ ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

غور فرمایئے کہ مُطالعۂ کائنات کی طرف دعوت دینے کے عِلاوہ کس وسیع ہمدردی کا پیام دِیا گیا ہے۔ اللہ کو صِرف حقیقی حمد و ثنا پسند آتی ہے۔ اِس لئے آج بعض ایسی اقوام معزّز کر دی گئیں جو اللہ کی صحیح معنوں میں شاکر ہیں اور ہمیں ریاکاری و زبانِی حمد و ثنا کی سزا ذِلّت اور غلامی کی صُورت[1] میں دی گئی حالانکہ ظاہری ساجدوں اور مُصلّیوں سے ہماری مساجد معمور ہیں لیکن:

---

[1] دیگر اقوام نے اقوالِ خُدا سے رُوگردانی کی اور صِرف اَعمالِ خُدا کا مطالعہ کیا اِس لئے وہ پُورا پُورا فائدہ نہ اُٹھا سکیں ہم نے اقوال و اَعمال دونوں کو پسِ پُشت ڈال دِیا اِس لئے ہم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ (البیان)

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

(سورۃ سبا۔ آیت ۱۳)

میرے حقیقی شکر گزار بندوں کی تعداد بہت کم ہے۔

زمین کے اندر معدنیات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ موجود ہے۔ فضا میں مخفی قوانین سمع و بصر (ریڈیو و ٹیلی ویژن) محو عمل ہیں۔ آج بجلی اور اس کے کرشموں جر ثقیل اور اس کے معجزوں، سٹیم اور اس کے عجائبات، پٹرول اور اس کے کمالات سے دیگر اقوام فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ حالانکہ:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۹)

تمام کائنات وخزائن ارضی تمہارے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔

قدرت کی طرف سے ہمیں آنکھیں، کان اور دل و دماغ عطا ہوئے ہیں لیکن ہم نے ان اعضاء کا صحیح استعمال نہ کیا اور آج اس جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾

(سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۶)

انسان سے آنکھ، کان اور دل کے (صحیح یا غلط استعمال کے) متعلق باز پرس ہوگی۔

اسلام میں تفکر و تدبر کو بہترین عمل قرار دیا گیا۔ حدیث میں وارد ہے:

(صحیفۂ کائنات میں گھڑی بھر تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے)

ایک صبح بیدار ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اللَّیْلَ اٰیَۃً وَیْلٌ لِّمَنْ قَرَأَھَا وَلَمْ یَتَدَبَّرْ. وَیْلٌ لَّہٗ ثُمَّ وَیْلٌ لَّہٗ۔

آج رات مجھ پر ایک آیت اُتری ہے ہلاکت ہو اُس پر جو اسے پڑھے اور غور نہ کرے اُس پر دوبارہ سہ بارہ ہلاکت ہو۔

پھر یہ آیت پڑھی:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۶۴)

زمین و آسمان کی تخلیق رات دن کے اختلاف سطحِ سمندر پر تیرنے والے مفید جہازوں اور مردہ زمین کی نس نس میں زندگی بھرنے والی بارشوں۔ پھر پھر کر چلنے والی ہواؤں اور اُن بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان خیمہ آراء ہیں۔ اہلِ دانش کے لئے کچھ اسباق موجود ہیں۔

قرآنِ حکیم مومنین کو بلندی و رفعت کی بشارت دینے آیا تھا۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۳۹)

اگر تم ایمان دار رہے تو دنیا میں سربلند رہو گے۔

آج دنیا میں وہی قوم بلندی و آزادی اور عزت حاصل کر سکتی ہے جو

صحیح معنوں میں فیض رساں اور خادمِ خلق ہو جو مخازن و معادن کو استعمال میں لاکر رفاہِ عامہ کے لئے گاڑیاں چلائے، دریاؤں پر پُل باندھے، نہروں اور سڑکوں کا جال بچھائے سمندر کی طغیانیاں مسخر کر کے انہیں تجارت کے قابل بنائے۔ جس کی تلاش و جستجو سے ایک عالم فائدہ اُٹھائے جو آبشاروں سے بجلی پیدا کر کے دُنیا کو روشنی اور طاقت عطا کرے، جو کوئلے اور پٹرول کا صحیح استعمال جانتی ہو اور جس کے فولادی اسلحہ اعدائے انسانیت کے لئے تباہی و ہلاکت کا پیام ہوں۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ○

(سورۃ الحدید۔ آیت ۲۵)

ہم نے فولاد پیدا کیا جو ایک پُر ہیبت اور نہایت مفید دھات ہے۔

قرآنِ حکیم میں ہمیں اٰمِرٌ بِالْمَعْرُوْفِ کا لقب دیا گیا ہے۔ معروف یہ بھی ہے کہ ہم کائنات کے اسلحہ خانہ سے قوت و ہیبت کا وہ سامان پیدا کریں کہ شیطان کا چراغ ہمیشہ کے لئے گُل ہو جائے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ○

(سورۃ الانفال۔ آیت ۶۰)

تم وہ سامانِ قوت پیدا کرو اور تھانوں پر تمہارے گھوڑے اس ٹھاٹھ سے بندھے ہوئے ہوں کہ تمہارے دُشمن، اللہ کے دُشمن غش کھا جائیں۔

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ میں تَاْمُرُوْنَ کا لفظ صاف صاف اعلان ہے

اِس حقیقت کا کہ خیرُ الاُمَم وہ ہے جو دُنیا میں معرُوف یعنی نیکی، عدل، مساوات اور صُلح و آشتی کا حُکم دے سکے۔ حُکم دینا حاکِم کا کام ہوتا ہے لہٰذا خیرُ الاُمَم کے لئے حاکِم ہونا ضرُوری ہے اور اُس زمانے میں کوئی حکومت مُعاوِنِ ارضی کے اِستعمال کے بغیر ایک دِن کے لئے بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ مُنکر کے لفظ میں ہر قسم کی بدی شامِل ہے۔ دُنیا میں غلامی سب سے بڑی بُرائی ہے۔ یہ ذِلّت بدکاری، جہالت اور فلاکت کی آخری منزل سے ایک غُلام قوم میں معرُوف کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ وہ بکریوں کا ایک ریوڑ ہوتی ہے جس طرح بکری کا دُودھ، گوشت، چمڑا، ہڈیاں، مینگنیاں اور بال تک فروخت کیے جاتے ہیں۔ اِسی طرح ایک حاکِم قوم محکوم قوم کی تمام پیداوار، سرمایہ، اجناس، زمین اور جان تک صرف اپنے فائدے کے لئے اِستعمال کرتی ہے کیا ایسی قوم خیرُ الاُمَم کہلا سکتی ہے؟

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ○

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۱۰)

مُسلمانو! تُم خیرُ الاُمَم ہو اور دُنیا کی بہتری کے لئے اُٹھے ہو تُمہارا کام معرُوف کا حُکم دینا اور مُنکر سے روکنا ہے۔

"اُخرِجَت لِلنَّاس" کا فقرہ بتلا رہا ہے کہ خیرُ الاُمَم بننے کے لئے تمام دُنیا کی بہبُودی پر توجّہ کرنا پڑے گی اور یہ صرف اُسی صُورت میں مُمکن ہے کہ ہمارے پاس نفع رسانی کے تمام اسباب موجُود ہوں۔ ہم عالم گیر علم، ہیبت خیز

اَسبابِ قُوّت اَور جاذِبِ قُلُوب مَتاعِ اِخلاق کے مالِک ہوں۔ اَگر ایک طَرف دُنیا ہمارے اِخلاق کی ثَنا خُواں ہو تو دُوسری طَرف ہماری شَمشِیرِ خارا شِگاف سے ہفتِ اَقلیم کی طاغُوتی طاقتیں لرزہ براندام ہوں۔ یہی معرُوف ہے اَور یہی وہ قَبائے زرِیں ہے جو خیرُ الاُمم کے قامت پر راست آتی ہے۔

ایک حقیقت

جس طَرح سُورج مَشرِق سے نِکل کر مغرِب کی طَرف سَفر کرتا ہے اَور دُوسری صُبح پھر مَشرِق سے نمُودار ہوتا ہے اِسی طَرح عِلم و تہذِیب کا آفتاب بھی گردِش کرتا رہتا ہے۔ مُحقّقِین اِس اَمر پر مُتفِق ہیں کہ تہذِیب کا آفتاب پہلے مَشرِقی ممالِک پر چمکا تھا۔ چِین اَور ہِندوستان، بابُل اَور مِصر کی تہذِیبیں اَز بس قدِیم ہیں۔ رفتہ رفتہ مغرِب کا ایک خِطّہ یُونان عِلم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ ۳۳۶ ق۔م، سِکندرِ اَعظم نے اِیرانی سَطوت کا خاتمہ کیا اَور ۳۳۱ ق۔م میں مِصر پر قبضہ جما لیا تھا۔ سِکندر کی وَفات کے بعد یُونان چھوٹی چھوٹی رِیاستوں میں تقسِیم ہو گیا اَور خانہ جنگی کے شُعلے اَطرافِ مُلک میں بھڑک اُٹھے۔

۲۴۸ ق۔م، میں پارتھیا[1] بیدار ہُوا اَور تھوڑی ہی مُدّت میں ایک طاقتور سلطنت بن گیا۔ تقریباً دو صدیوں کے بعد رُوم میں آثارِ حیات پیدا ہونے لگے۔ اَور دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست سلطنت بروئے کار آ گئی۔ رُوم نے

---

[1] پارتھیا۔ خُراسان اَور اَستراباد کے درمیان پانچ سو میل لمبے عِلاقے کا نام تھا۔ جولیس سیزر کے قتل کے بعد اَنٹنی اَور بروٹس میں جنگ چھڑ گئی تھی تو پارتھیا نے بروٹس کی حِمایت کی تھی۔ (برق)

پارتھیا کو پہلی شکست ۳۸ ق۔م، میں اور دوسری ۱۶۳ء میں دی ۲۲۶ء میں پارتھیا کے آخری آثار دنیا سے مٹ گئے اور آفتابِ تہذیب پوری آب و تاب سے پھر مغرب پر چمکنے لگا۔

کچھ عرصے کے بعد ایران میں زندگی نے ایک نئی کروٹ لی۔ ساسانی خاندان کا علم مدائن پر لہرانے لگا۔ دوسری طرف رومتہ الکبریٰ کے طوفان میں آثارِ جزر نظر آنے لگے یہاں تک کہ ساتویں صدی کے وسط میں ریگستانِ عرب سے علم و عرفان کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا جس سے مشرق و مغرب ہر دو سیراب ہو گئے۔

چند صدیوں کے بعد آفتابِ علم و تمدن پھر مغرب کی طرف بڑھا۔ جرمنی، فرانس، ہسپانیہ اور انگلستان سے ہوتا ہوا مغربِ اقصیٰ (امریکہ) تک جا پہنچا اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مشرق سے آفتاب پھر نکل رہا ہے اور ہندوستان، ایران اور ترکی میں پھر سے بیداری کے آثار عیاں ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اللہ نے اہلِ بصیرت کو یوں متوجہ کیا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ○

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۲۶، ۲۷)

اے اللہ تو جسے چاہتا ہے وارثِ زمین بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غلامی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ عزت و ذلت تیرے اختیار میں ہیں دُنیا کی تمام بلندیاں (خیر) تیرے دستِ قدرت میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی وہ مالک ہے، جو تہذیب و تمدن کے روزِ روشن کو (غلامی کی کالی) رات میں اور رات کو دن میں بدلتا رہتا ہے مردہ اقوام کی خاکستر میں اخگرِ حیات پیدا کرنا اور زندہ اقوام (جو کاہل ہو چکی ہیں) کو موت کی نیند سلانا تیری سنت ہے۔

اِن حقائق کو ایک بیدار آنکھ اور نور سے ایک لبریز دل دیکھ سکتا ہے لیکن واحسرتا کہ قومِ مسلیم اِس دولت سے محروم ہے وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا مُعْرِضُوْنَ ○ یہ لوگ آیاتِ کائنات سے اعراض کر رہے ہیں۔

مقادیر

کپاس اور گندم کی ترکیب آٹھ عناصر سے ہوئی۔ اختلافِ مقادیر سے کہیں وہ عناصر گندم کی صورت میں جلوہ گر ہوئے اور کہیں کپاس کی شکل میں۔ پانی میں دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن ہے اگر اس مقدار کو ذرہ بھر گھٹا بڑھا دیا جائے تو ایک زہر تیار ہوگا۔ اگر یہ دو عناصر مساوی مقدار میں جمع کر دیئے جائیں تب بھی ایک مہلک مرکب بنے گا۔ آکسیجن و ہائیڈروجن ہر دو قاتل و مہلک گیسیں ہیں جن کے مختلف اوزان سے لاکھوں مرکبات تیار ہو سکتے ہیں اور ہر مرکب زہرِ ہلاہل ہوتا ہے۔ لیکن اگر دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ترکیب دی جائے تو اِن دو زہروں سے پانی تیار ہوگا جو تمام عالم

کا مَدارِ حیات ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۝

(سورۃ الانبیاء۔ آیت ۳۰)

ہم نے پانی کو ہر چیز کا مَدارِ حیات قرار دیا ہے۔

غور فرمائیے کہ اللہ مقادیر کا کتنا بڑا عالم ہے وہ کس طرح مُعیّن مقداروں سے کائنات کی مختلف اشیاء تیار کر رہا ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹

(سورۃ القمر۔ آیت ۴۹)

ہم نے ہر چیز کو (عناصر کی) مُعیّن مقدار سے پیدا کیا ہے۔

لیموں اور کالی مرچ ہر دو ہائیڈروجن دس حصّے اور کاربن بیس حصّے سے تیار ہوئے ہیں لیکن سالمات کے تفاوت سے ہر دو کی شکل، رنگ، ذائقہ اور تاثیر بدل گئی۔ اِسی طرح کوئلہ اور ہیرا کاربن سے بنے ہیں لیکن سالمات کے اختلاف سے ایک کا رنگ کالا، دوسرا سفید، ایک قابلِ شکست اور دوسرا ٹھوس ہے۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۱

(سورۃ الحجر۔ آیت ۲۱)

ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم مُعیّن مقدار میں ہر چیز کو نازل کرتے ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

(سورۃ المومنون۔آیت ۱۷)

اور ہم اشیاء کی تخلیق (وترکیب) سے غافل نہیں تھے۔

کائنات کی ہر چیز عناصر کی نہایت دقیق وانسب آمیزش سے تیار ہوتی ہے۔اگر یہ ترکیب ذرہ بھر کم وبیش ہوجائے تو سلسلۂ حیات آنا فانا درہم برہم ہوجائے۔اگر آج اللہ تعالیٰ پانی کی ساخت میں سے ہائیڈروجن صرف ایک درجہ کم کردے تو دریاؤں اور سمندروں میں زہر کا سیلاب آجائے اور کوئی ذی حیات باقی نہ رہے۔غور فرمایئے کہ اللہ کا علمِ عناصر ومقادیر کس قدر لرزہ فگن اور ہیبت انگیز ہے تمام نباتات کے عناصرِ ترکیبی ایک ہیں یہ صرف اختلافِ مقادیر کا اعجاز ہے کہ:

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

حیوانات ونباتات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، نائٹروجن اور چند دیگر نمکوں سے ہوئی۔انہی عناصر سے ہڈیاں، پٹھے، خون اور بال تیار ہوئے اور انہی سے درختوں کے پتے شگوفے پھول، خوشے، رس اور پھل بنے۔کڑواہٹ، ترشی اور مٹھاس انہی عناصر کا کرشمہ ہے اور رنگ ووضع کی یہ نیرنگیاں انہی کی بدولت ہیں۔

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

(سورۃ الحجر۔آیت ۱۹)

ہم نے سب چیزیں تول تول کر پیدا کیں۔

قرآنِ حکیم میں مسلمانوں کو سات سو چھپّن دفعہ مناظرِ قدرت و قوانینِ فطرت پر غور کرنے کی ہدایت کی گئی، علامہ ابنِ رُشد، فارابی، بُوعلی سینا اور فخرُالدین رازی نے بھی ہمیں اسی طرف متوجّہ کیا لیکن ہم نے توجّہ نہ کی۔ نتیجہ یہ کہ آج دُوسری قومیں برق و باد پر سوار ہو کر منازلِ حیات طے کر رہی ہیں اور ہم صحرائے حیات میں طوفانِ ریگ کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ علامہ شعرانی اِسلام کے طبیعی پہلو کو سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اگر مسلمان، مسلمان رہا تو وہ علمِ شریعت کی طرح علمِ فطرت میں بھی ایک نہ ایک دن کمال پیدا کر کے رہے گا، اِسی لئے تو فرمایا تھا کہ:

اِنَّ الْاِسْلَامَ فِیْ اَوَّلِ اَمْرِہٖ کَانَ شَرِیْعَةً ثُمَّ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَکُوْنُ حَقِیْقَةً۔

اِسلام آغاز میں محض شریعت تھا اور آخری زمانے میں حقیقت بن جائے گا۔

وہ آخری زمانہ یہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم آیاتِ ارض و سما کی طرف متوجّہ ہو کر اِسلام کو ایک حقیقت اور ٹھوس اصلیّت ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

(سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۳)

زمین و آسمان میں اہلِ ایمان کے لئے حقائق و بصائر موجود ہیں۔

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

(سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۴)

دولتِ یقین سے مالا مال اقوام کے لئے خلقِ انسانی و حیوانی میں آیاتِ الٰہیہ موجود ہیں۔

شُہداء علی النّاس

مُسلمانوں کی فلاح و نجات اِس وقت صحیفۂ کائنات کے مُطالعہ میں ہے وُہی اقوام آج باعلم، طاقت ور اور پُرہیبت ہیں جنہوں نے فِطرت سے قوانینِ قُوّت کا درس لیا اور اُسلُوبِ قُدرت کے مطالعہ میں عُمریں صرف کر دیں۔ علمُ الآفاق سے غفلت و جہالت نے مُسلِم کو ذلیل کر ڈالا۔ اِس کا توازنِ ملّی جاتا رہا۔ اِس کی سلطنتیں اُجڑ گئیں، سرحدیں غیر محفُوظ ہو گئیں اور اُس کی تمام حفاظتی تدابیر خام ثابت ہُوئیں۔ اگر آج ہم اپنی خامیوں کو مُتعیّن کرنے اور اُن کا عِلاج سوچنے کے لئے کوئی کمیشن مُقرر کریں تو ہماری کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ اِس لئے کہ اِقتصادیات، سیاسیات و دِیگر اصنافِ علم و تمدّن کے ماہرین ہمارے ہاں موجود نہیں۔

یورپ میں ہر خامی کا عِلاج سوچنے کے لئے کمیشن بِٹھائے جاتے ہیں جن کے سامنے بڑے بڑے ماہرینِ فن شہادتیں دیتے ہیں اور یہ کمیشن تمام نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد ایک رپورٹ حکُومت کو بھیجتے ہیں۔ اگر آج کسی بین الاقوامی مجلس کے سامنے تحدیدِ اسلحہ، اِقتصادیات، توازنِ قُوّت و تقسیمِ دولت پر شہادت دینے کی ضرورت پڑے تو کیا اِسلامی دُنیا کے ۶۰ کروڑ افراد میں سے کوئی ایک عالم بھی ایسا نکل سکے گا جس کی شہادت کو کچھ بھی اہمیّت حاصل ہو؟ ہمیں دُنیا کی طرف شاہد بنا کر بھیجا گیا تھا۔

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ○

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۴۳)

ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے شاہد بنا کر بھیجا ہے۔

بہ دیگر الفاظ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم تمام شعبہ ہائے علم و تمدّن میں وہ مہارت پیدا کریں کہ ہر مسئلے پر ہماری شہادت آخری ثابت ہو لیکن افسوس کہ جہالت کی وجہ سے ہماری رائے کو لغو اور شہادت کو مردود قرار دیا گیا۔

اِستعمالِ اعضاء

اللہ نے آنکھیں، کان اور عقل دیکھنے، سُننے اور سوچنے کے لئے عطا کئے ہیں۔ جو قوم اِن اعضاء وحواس کو اِستعمال نہیں کرتی وہ حقیقتاً اندھی، بہری اور لایعقل ہے وہی لوگ صاحبِ عقل ہیں جو کائنات کے مناظر و حقائق کو ایک حقیقت رس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اِس آواز کو جو کائنات کے ہر ذرّے سے بُلند ہو رہی ہے، کان لگا کر سُنتے ہیں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ○

(سورۃ الحج۔ آیت ۴۶)

یہ لوگ مناظرِ ارضی کی کیوں سیر نہیں کرتے تاکہ اُن کے دِل سمجھنے لگ جائیں اور کان سُننے کی نعمت سے بہرہ ور ہوں۔

ایک قوم کا زوال دراصل زوالِ حسّیات کی داستان ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

(سورۃ الحج ۔ آیت ۴۶)

دراصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ ایک مُردہ قوم کے دِل بے حس ہو جاتے ہیں۔

بہتر سواری

دُنیا کی بعض اقوام موٹروں اور طیاروں پر سوار ہو کر جادۂ حیات طے کر رہی ہیں اور ہم یا تو پا شکستہ ہو کر ٹھنڈے سایوں میں محوِ استراحت ہیں اور یا آہستہ خرام اُونٹوں پر جُھومتے جھامتے چلے جا رہے ہیں ہمارے سُست رو کارواں کا بہ مراحل پیچھے رہ جانا حتمی و یقینی ہے۔ مُبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے لئے بہترین سواریوں کا اِنتخاب کرتے ہیں۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ

(سورۃ الزمر ۔ آیت ۱۷، ۱۸)

مُبارک ہیں وہ لوگ جو کسی بات کو سُن کر احسن اقویٰ چیز کو اِختیار کرتے ہیں۔

کعبہ کی اہمیّت

مُسلمان دُنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہُوئے ہیں جنہیں باوجود اِختلاف رنگ و نسبت چند چیزوں نے مُتحد کر رکھا ہے واحد اللہ، واحد رسُول، واحد کتاب، واحد عربی زبان (صلوٰۃ و عبادات میں) اور واحد قبلہ۔

ہمارے عُلماء و اغنیاء کو حُکم دیا گیا تھا کہ ہر سال کعبہ میں جمع ہو کر قومی فلاح کی سبیل سوچیں اور اِستحکامِ مِلّت کے ذرائع پر غور کریں تفکُّر فی الآفاق قیامِ اُمت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اِس قانون صلاح و بقا کا علم حاصل کرنا جو کائنات میں محوِ عمل ہے نجات و حیات کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

(سورۃ المائدہ۔ آیت ۹۷)

اللہ نے عزت کے گھر کعبہ کو حُرمت والے مہینوں جن میں جنگ بند کر کے وسائلِ حیات سوچنے کا حُکم دیا گیا ہے اور قُربانی کے جانوروں کو اُمت کے لئے ذریعہ اِستحکام بنایا ہے (کعبہ کی تعمیر کا بڑا مقصد یہ ہے) کہ تُم یہ معلوم کر سکو کہ اللہ کا علم ارض و سما کو مُحیط ہے اور کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

لیکن آج کعبہ میں کوئی ایسی درس گاہ موجود نہیں، جو اللہ کے بے پناہ علم (اوزان و مقادیر) کی طرف راہنمائی کرے۔ غور فرمائیے کہ سمندر کی تاریک گہرائیوں میں مچھلی کے انڈے سے مچھلی ہی پیدا ہو رہی ہے، کوہ قاف کے سیاہ غار میں ایک مچھّر کا بچّہ مچھّر بن رہا ہے۔ بطونِ حیوانات میں قطرات منویہ مُناسب، موزوں اور صحیح اشکال اختیار کر رہے ہیں جو جوف صدف میں قطرہ آبِ گہر بن رہا ہے نہ کہ کوئلہ۔ اللہ اکبر اِس عالمُ الغیب کی جہانگیر اور ہمہ بین

نِگاہ سے کوئی چھوٹی سی چھوٹی مخلوق بھی بچی ہوئی نہیں۔ ہر مقام اور محل پر نہایت صحت و اِستحکام سے کام ہو رہا ہے۔ کائنات کی یہ کارگاہ جلیل نہایت نظم و نسق سے چل رہی ہے۔ میزان و اِعتدال سے چل رہی ہے۔ کہیں کوئی غلطی نہیں۔ سقم نہیں، بدنظمی نہیں، فتور نہیں۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

(سورۃ الملک۔ آیت ۳)

بار بار دیکھو۔ کیا تمہیں اِس لاانتہا سلسلۂ خلق میں کوئی بدنظمی نظر آتی ہے؟

کیا اللہ کے اِس ہیبت انگیز علم کا اندازہ لگانے کے لئے کعبے میں کوئی درسگاہ موجود ہے؟ نہیں! اِس لئے لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ کا منشا پورا نہیں ہو رہا ہے۔ آج حج محض ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ وہاں انسانوں کی ایک بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جو چند حرکات طوعی و کرہی سرانجام دینے کے بعد واپس آجاتی ہے۔ کوئی نیا تخیل اور کوئی نیا درسِ حیات سیکھ کر نہیں آتی کعبے کے یہ فرائض کسی حد تک آج آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں[1] سرانجام دے رہی ہیں۔ جہاں دُنیا کے ہر گوشے سے طلبہ صحیفۂ کائنات کا درس لینے آتے ہیں۔

---

[1] صرف لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ کی حد تک اور آگے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ کی حقیقت سے عالمِ اِنسانیت یکسر غافل ہے۔ اِلّا ماشاءاللہ اور حج کے یہی دو مقصد سورہ حج میں بتائے گئے ہیں اِس مقصدِ ثانی کو جو حقیقی ہے فراموش کر دینے سے مقصدِ اوّل بھی غیر صحیح ہوا جا رہا ہے۔ (مدیر البیان)

مومناں را فطرت آموز است حج ہجرت آموز وطن سوز است حج

طاعتے سرمایۂ جمعیتے ربطِ اوراق کتاب ملتے

آں کہ زیرِ تیغ گوید لا اِلٰہ آں کہ از خونش بروید لا اِلٰہ

آں سُرور آں سوزِ مشتاقی نماند در حرم صاحب دلے باقی نماند

(اِقبالؒ)

اُمَّۃً وَّسَطًا

قرآنِ حکیم میں مسلمانوں کو اُمَّۃً وَّسَطًا (اعتدال پسند) کہا گیا ہے۔ ہم کئی طرح سے اُمّتِ وسطیٰ ہیں۔ ہم علومِ مغرب (یونان) کو مشرق تک پہنچانے کا واسطہ بنے۔ عیسائیت، یہودیت، بُدھ ازم اور ہندو دھرم جسم کو کچل کر خشک رُوحانیّت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ہم نے جسم و رُوح اور دین و دُنیا میں آشتی پیدا کی۔ جن عُلمائے طبیعی کو ردمۃُ الکبریٰ کے رہبان کچل رہے تھے۔ ہم نے اُنہیں اپنے دامنِ رافت میں پناہ دی اور مذہب وایمان کا ہاتھ اُن کے سر پر رکھا پھر جغرافیائی حیثیت سے بھی ہم اُمَّۃً وَّسَطًا ہیں۔ یعنی رُبعِ مسکون کے عین وسطی حصّوں میں آباد ہیں بہ دیگر الفاظ ہم اُس چراغ کی طرح ہیں جو وسطِ محفل میں جل رہا ہو۔ ہمارا یہ مذہبی و جغرافیائی فرض تھا کہ ہم دُنیا کو علم وعرفان کی روشنیوں سے جگمگاتے اور اقوام کی نگاہوں کو تجلّیاتِ معارف سے خیرہ کرتے، لیکن وائے برما! کہ جہالت سے ہمارا اپنا گھر تاریک ہو رہا ہے۔

تمثیل

ایک بادشاہ اپنے محل کو جواہرات سے سجاتا ہے، دُنیا کے بہترین صنّاع نقّاشی کرتے ہیں، ایرانی غالیچے بچھائے جاتے ہیں، سُنہرے پردے لٹکائے جاتے ہیں۔ بہترین پھولوں کے گلدستے لگائے جاتے ہیں اور زیب و زینت کا آخری کمال دِکھلایا جاتا ہے، پھر کتنا ظُلم ہوگا، اگر اُس کی چہیتی بیوی، بچّوں، خادموں اور درباریوں میں اِس زیب و جمال کو پسند کرنے کی حِس ہی موجود نہ ہو، اور وہ اُس محل میں بیل کی طرح داخل ہو کر اُس کی سجاوٹ سے غیر مُتاثر رہتے ہوں۔

یہی حال مُسلمانوں کا ہے مَلِکُ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ نے طارمِ فلک کو کن خیرہ ساز نقوش سے آراستہ کر رکھا ہے فرشِ زمین پر پھولوں کی کیا قیامت انگیز بہار جما رکھی ہے۔ کائنات میں حُسن و شباب کا کیا طوفان اُبل رہا ہے۔ لیکن وائے برما کہ ہماری آنکھیں اِس حُسن و جمال سے مُتمتّع ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں۔ ایک بیل کو کیا معلوم کہ طُلوع و غرُوب آفتاب کی رنگینیوں میں کیا حُسن ہے؟ اور ایک اَلہڑ دہقانی کو کیا معلوم کہ ساوَن کی اُودی اُودی گھٹائیں کیف و مستی کا کیا کیف انگیز پیام دے رہی ہیں۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍ الْكَوَاكِبِ ۝٦

(سورۃ الصافات۔ آیت ٦)

ہم نے آسمان کو حسین ستاروں سے سجا رکھا ہے۔

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ زَیَّنّٰہَا لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۶﴾

(سُورۃ الحجر۔ آیت ۱۶)

ہم نے آسمانوں کو کئی حصوں میں بانٹ کر اُسے اہلِ نظر کیلئے سجا دیا ہے۔

ہے کوئی لُطف اُٹھانے والا، پسند کرنے والا اور دیکھنے والا؟

تُمہارے لئے

اگر یہ دُرست ہے کہ قُرآن کے اوّلین و آخرین مخاطب ہم ہی ہیں تو سُنئے قُرآن کیا کہتا ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الۡفُلۡکَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِہٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الۡاَنۡہٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ ○

(سُورۃ ابراہیم۔ آیت ۳۲، ۳۳، ۳۴)

اللہ وہ ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کیے جس نے بارشیں برسا کر تُمہارے لئے پھل تیار کیے۔ سمندروں میں اِلٰہی قانون سے تیرنے والے جہاز تُمہارے قبضے میں دیئے۔ نہریں تُمہارے لئے مُسخر کیں۔ گھومنے والے آفتاب و ماہتاب پر تمہیں حکمران بنایا۔ اور لیل و نہار کا سلسلہ تُمہارے بس میں کر دیا نیز تُمہیں وہ سب کچھ دیا جس کی تُمہیں تمنا تھی۔

اِس آیت میں لَکُمْ (تمہارے لئے) کا لفظ پانچ دفعہ استعمال ہُوا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے تھیں اور مسلمانوں کے واسطے سے باقی عالمِ انسانیت کے لئے، لیکن آج سورج، بجلی، روشنی اور اثیر کو فرنگ نے مسخر کر رکھا ہے۔ سمندروں کی مہیب سطح پر اُن کی حکومت ہے۔ باغات و انہار کے مالک وُہی ہیں۔ آبشاروں اور نہروں سے وُہی لوگ بجلی نکال کر دُنیا کو روشنی و طاقت دے رہے ہیں اور ہم بجلی کے لیمپ کو دیکھ کر صرف حیران ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کیوں؟ اِس لئے کہ:۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۸)

اللہ اپنے اُوپر ظلم توڑنے والوں کو کبھی سیدھی راہ پر نہیں ڈالتا۔

فرشِ زمین

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا ○

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۲)

اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بستر بنایا۔

اور مقامِ حیرت ہے کہ ہم اپنے بستر کی ماہیت تک سے ناواقف ہیں۔ ہمیں یہ قطعاً معلوم نہیں کہ یہ زمین کن عناصر سے تیار ہوئی، کب بنی، کس سہارے پر قائم ہے اُس کے بطن میں کیا ہے۔ اور یہ اُس پر پانی کہاں سے آ گیا؟ ہمارا یہ ''ہمہ دان'' مُلّا کہتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قُدرت سے ہوا لیکن کیا اِس قُدرت کا علم حاصل کرنا ہمارے فرائض میں شامل نہیں؟ اگر نہیں تو

اِس اِرشاد کے کیا معنی ہیں؟

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۝

(سُورۃ المائدہ۔ آیت ۹۷)

یہ اِس لئے تاکہ تُمہیں معلوم ہوجائے کہ اللہ کا عِلم ارض و سما کو مُحیط ہے۔

فولاد

فولاد سے تیّار شُدہ اشیاء مثلاً جہازوں، طیاروں، ٹینکوں اور توپوں کی ہیبت سے آج دُنیا لرز رہی ہے۔ وہ قومیں کس قدر طاقتور ہیں جنہیں اِستعمالِ فولاد کا عِلم حاصل ہے اور وہ قومیں کس قدر ضعیف و ذلیل ہیں جو اِس عِلم سے بیگانہ ہیں۔ آج سے ۱۳۶۲ سال پہلے ایک اُمّی (فِداہ اَبی وَاُمّی) نے فاران کی چوٹیوں سے مُسلمانانِ عالَم کو یہ پیغام سُنایا تھا کہ:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۝

(سُورۃ الحدید۔ آیت ۲۵)

ہم نے فولاد اُتارا، جس میں زبردست ہیبت اور دُنیا کے لئے بے شمار فوائد ہیں۔

لیکن مُسلمانوں نے اِس طرف توجّہ نہ دی اور ذِلّت و رُسوائی کے جہنّم میں دھکیل دیئے گئے۔ اگر آج ہماری برائے نام اِسلامی سلطنتیں فولاد کے اِستعمال سے آگاہ ہوجائیں تو اُن کا موجودہ ضُعف قوّت میں اور اِنحطاط عروج میں بدل جائے۔

اِن آیات کی موجودگی میں یہ کہنے کی جُراَت کیسے ہوسکتی ہے کہ قرآن

تمام زمانوں کے لیے درسِ ہدایت نہیں؟ فی الحقیقت رسولِ عربی علیہ السّلام کا دیا ہوا پیغام وہ عالی شان دستور العمل ہے جس پر کاربند ہونے کا لازمی نتیجہ زندگی قوت، حشمت، تسخیرِ بحر و بر اور تمکّن فی الارض ہے۔

حمد بے حد مر رسولِ پاک را
آں کہ ایماں داد مشتِ خاک را

نکتہ

یہ امر قابلِ غور ہے کہ قرآنِ حکیم میں فقہی آیات عموماً یَسْئَلُوْنَکَ کے جواب میں ملتی ہیں مثلاً یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ...... یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (سورۃ البقرۃ۔۲۱۹) وغیرہ اور مطالعۂ کائنات پر نہایت تاکیدی اوامر نازل ہوئے ہیں جن سے اعراض کی سزا قومی و ملّی ہلاکت ہے۔

ایک تاریخی واقعہ

حضرت عزیر علیہ السّلام بیت المقدس کے پاس سے گزرتے ہیں جسے بخت نصر تباہ کر چکا تھا اور سوچتے ہیں کہ کیا اس ہلاک شدہ بستی کا احیاءِ ثانی ممکن ہے؟ اللہ نے آپ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کر کے فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۹)

اَپنے طعام (انجیر) اور پینے کی چیز (دُودھ) کی طرف دیکھ کہ سو سال کی لمبی مدّت میں بھی کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔

دُودھ اور انجیر کا اِتنے عرصے تک خراب نہ ہونا کوئی معجزہ نہیں، بلکہ آج ماہرینِ اشربہ و اغذیہ کو اِس قابلیّت سے ڈبوں میں بند کرتے ہیں کہ سالہا سال تک خراب نہیں ہوتیں۔ اِسی آیت کا مندرجہ ذیل ٹکڑا:

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۝

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۹)

اپنے گدھے پر غور کر، اور ہم تمہیں دُنیا کے سامنے ایک نمونہ بنا کر پیش کرنے والے ہیں۔ پھر ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم کس طرح اُنہیں ترتیب دے کر اُن پر گوشت چڑھاتے ہیں۔

موجودہ علمُ التشریح کی طرف کس زور کی دعوت ہے۔ جب عُزیر علیہ السّلام گدھے اور اُس کی ہڈیوں کی ترتیب پر غور کر چکے تو الٰہی صنّاعی و تخلیق سے مرعوب ہو کر پکار اُٹھے۔

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۹)

تو (عزیر) پکار اُٹھا کہ مجھے قُدرتِ الٰہی کا علم اَب حاصل ہوا ہے۔

یہی وہ علم ہے جس کا نتیجہ خشیہ ہے اور جس سے ایمان میں تقویّت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ آیات ہیں جن سے اربابِ علم کے دِل دہل جاتے ہیں اور سینے نُورِ عرفاں سے معمور ہو جاتے ہیں:

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ○

(سُورۃ الانفال۔ آیت ۲)

جب اُن کے سامنے آیاتِ الٰہی کی تفسیر پیش کی جاتی ہے تو اُن کے سینے نُور سے مُنور ہو جاتے ہیں۔

آج مغربی تجربہ گاہوں میں حیوانوں کو چیر پھاڑ کر الٰہی صناعی کا تماشا دیکھا جا رہا ہے، اللہ کی حیرت انگیز تخلیق و نظامِ آفرینش کا مُطالعہ ہو رہا ہے اور مُسلِم نہ صِرف جاہِل ہے بلکہ اِن عُلوم کو خِلافِ اِسلام قرار دیتا ہے۔ ہم کئی صدیوں سے اِس مخبوطُ الحواسی کی سزا بھگت رہے ہیں اور ابھی نہ جانے کتنے قرن اور یہ سِلسلہ جاری رہے گا۔

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ○

(سُورۃ الحشر۔ آیت ۱۹)

یہ لوگ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے اُن کو یوں حواس باختہ کیا کہ اُنہیں اپنی خبر بھی نہ رہی۔

اِبتلائے خلیلؑ

حضرت اِبراہیم علیہِ السّلام کے سامنے تمام کائنات بایں حُسن و جمال پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کو اِن تمام حسین مظاہرِ فطرت میں سے ایک معبُود کا اِنتخاب کرنا تھا۔ آپ کی عرش رس نِگاہ آسمان کے نُوری کھلونوں کو چیر کر بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡض تک جا پہنچی اور آپ نے یہ رُوح افزا اعلان فرمایا کہ:

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

(سُورۃ الانعام۔ آیت ۷۷)

میں غروب ہونے والے مظاہر کی پرستش نہیں کرتا۔

یہ تھی پہلی اِبتلائے خلیلؑ

اِس کے بعد تحقیق کا درجہ آتا ہے۔ اِبراہیمؑ تقلید سے متنفر تھے۔

اَگر تقلید بُودے شیوہ خُوب
پیمبر ہم رہ اَجداد رفتے
(اِقبالؒ)

اِسی لئے فرمایا:

رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ۝

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۶۰)

اَے رَبّ مجھے اَحیائے اَموات کا منظر دِکھلا۔

چُنانچہ چار ذِبح شُدہ پرندے اِبراہیمؑ کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ زِندہ کیے گئے اور یہ تھی دُوسری اِبتلائے خلیلؑ۔

جب اِبراہیمؑ اِن اِبتلاؤں میں پُورے اُترے اور صاحبِ تحقیق و نظر ہونے کا ثبوت بہم پُہنچایا تو اللہ نے آپ کو اِمامت و سلطنت کی یوں بشارت دِی:

اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۝

(سُورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۲۴)

کہ اَے اِبراہیمؑ میں تمہیں دُنیائے اِسلامی کا اِمام بنانے والا ہُوں۔

اِبراہیمؑ نے پُوچھا کہ میری اولاد کے مُتعلّق کیا حُکم ہے؟ تو کہا:

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۲۴)

کہ تیری اولاد میں سے ظالم لوگ صلاحیت اِمامت کھو بیٹھیں گے۔

جہالت سب سے بڑا ظُلم ہے۔ آج اولادِ ابراہیمؑ اِسی لئے ذلیل و رُسوا ہے کہ کلامِ خدا (قرآن) اور عملِ خدا (کائنات) ہر دو سے جاہل ہے اُسے یہ معلوم ہی نہیں کہ زمین کے خزانوں کو اِستعمال کئے بغیر کوئی قوم چند گھنٹوں کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

نظر

قُرآنِ حکیم میں بار بار حُکم دِیا گیا ہے:

انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

(سورۃ یونس۔ آیت ۱۰۱)

زمین و آسمان پر نظر ڈالو۔

آؤ دیکھیں کہ نظر کے معنی لُغت میں کیا ہیں۔

نظر: دیکھنا، غور کرنا، مُعاینہ کرنا، سوچنا (قاموس فیروز آبادی)

تو گویا ہمیں کائنات کو دیکھنا، اُس پر سوچنا، غور کرنا اور اُس کے تمام پہلوؤں کا مُعاینہ کرنا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اِس قسم کا دیکھنا اِن آنکھوں سے ہوسکتا ہے جواب نفی میں ہے اِس لئے آنکھ کا دائرہ بصارت از بس محدود ہے۔ اگر نظر کمزور ہو تو عینک اِستعمال کرنا پڑتی ہے۔ اگر اٹک سے لاہور تک کا سفر

کرنا پڑے تو ریل گاڑی کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ اللہ نے ہمیں نظر کا حکم دیا ہے، اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ اِس حکم کی تعمیل بہتر سے بہتر رنگ میں کریں اور تیزیٔ بصارت کے جس قدر وسائل مِل سکیں، اُنہیں اِستعمال میں لائیں۔ آج دُنیا میں بہترین آلاتِ بینائی اِیجاد ہو چکے ہیں۔ جن سے تخلیق کے مخفی پہلو عُریاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ اُن کے آلات کو عربی میں منظار اور اُردو میں خُوردبین یا دُوربین کہا جاتا ہے۔

ایک مُسلِم کو حُکم ہے کہ وہ فریضۂ صلوٰۃ ادا کرے اب یہ مُسلِم کا فرض ہے وہ جسم کو پاک کرے، صاف کپڑے پہنے اور مسجد تک چل کر جائے یہ اللہ کا فرض نہیں کہ اُس کے کپڑے دھوئے، اُسے وُضو کرائے، اور فرشتوں کو بھیجے کہ جاؤ میرے پیارے بندے کو اُٹھا کر مسجد میں پھینک آؤ۔ بعینہٖ اُسی طرح یہ مُسلِم کا فرض ہے کہ وہ کائنات کا مُطالعہ و مُعائنہ کرنے کے لئے وسائلِ نظر تلاش کرے تاکہ اِلٰہی حُکم کی تکمیل ہو سکے۔

اِنتساب

جب کوئی فرد قوم کے لئے کسی پہلُو میں مُفید ثابت ہوتا ہے تو اُس کی یادگار باقی رکھنے کے لئے عمارات وغیرہ کو اُس کے نام پر منسُوب کر دیا جاتا ہے مثلاً سر گنگا رام ہسپتال، سر فضل حُسین لائبریری، وِلز ہاسٹل ایمرسن کالج۔ اللہ کے ہاں حشرات و دواب اور اشجار و احجار کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ قُرآنِ حکیم کی بعض سُورتیں اُن کی طرف منسُوب کر دی گئیں۔ سُورہ بقر میں

۲۶۱۲ اَلفاظ اَور ۲۸۶ آیات ہیں مُختلف مَضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جنّت و دوزخ کا ذِکر ہے۔ اِیمان و نِفاق پر بحث ہے۔ مُختلف پیغمبروں کے تذکرے ہیں اور بہت کچھ ہے۔ لیکن اُس سُورۃ کا نام بَقرہ (گائے) رکھّا گیا ہے۔ مومن، جنّت، مُوسیٰ، عیسیٰ یا کِتاب نہیں رکھا گیا۔

اِسی طرح بعض دِیگر سُورتوں کے نام یہ ہیں:

نَمل (چیونٹی) نَحل (مگس شہد) عنکبُوت (مکڑی) اَنعام (چوپائے) دُخان (گیس، سٹیم، دُھواں) مَائِدہ (طعام) الکَہف (غار) نُور (روشنی) صَافّات (اُڑتے ہُوئے پرندے) طُور (پہاڑ کا نام) نَجم (سِتارہ) قَمر (چاند) حَدید (فولاد) قَلم (آلۂ تحریر و تصنیف) الدَّھر (زمانہ) اَنفطَار (پہاڑوں وغیرہ کا پھٹنا) البُرُوج (آسمان کے حِصّے) الطَّارِق (مُسافرِ شب یعنی سِتارے وغیرہ) الفَجر (صُبح) البَلَد (شہر) الشَّمس (سُورج) الیَّل (رات) الضُّحیٰ (طُلُوعِ آفتاب کے بعد کا وقت) التِّین (اِنجیر) زِلزال (کانپنا۔ زلزلہ) العَصر (زمانہ) الفِیل (ہاتھی) لَھب (آگ کا بھڑکنا) الفَلَق (طُلُوعِ صُبح) النَّاس (اِنسان)۔

غور فرمایئے! مَناظِرِ کائنات کو کِس قدر اہمیّت حاصِل ہے کہ کِتابِ اِلٰہی کے کئی حِصّے اُن کی طرف منسُوب ہیں۔

ہر کہ محسُوسات را تسخیر کرد — عالمے از ذرّہ تعمیر کرد
کوہ و صحرا، دشت و دریا، بحر و بر — تختۂ تعلیمِ اربابِ نظر

(اِقبالؒ)

اِنسانی عِلم کا تعلّق مُندرجہ ذیل اَشیاء سے ہو سکتا ہے۔

1 پانی سے: مثلاً اَشرابہ و اَدوِیہ وغیرہ تیّار کرنا۔

2 زمین سے: اَنہار کھودنا، مَعاوِن نِکالنا، طبقاتُ الارض کی چھان بِین، پٹرول اور کوئلہ کی تلاش۔

3 ہوا سے: ہوا میں اُڑنا، ہوا کا تجزیہ، ہوا کی طاقت کو اِستعمال کرنا وغیرہ۔

4 آگ سے: سٹیم تیار کرنا، اِنجن بنانا، آتش بار طیّارے ٹینک اور توپیں تیّار کرنا۔

5 نباتات سے: تجزیہ نباتات کے بعد خواصِ نباتات معلوم کرنا۔

6 حیوانات سے: حیوانات سے سواری و بار برداری کا کام لینا۔ اچھی نسلیں پالنا، چمڑے رنگنا، پوستین تیّار کرنا اور کعبہ میں ہر سال کئی لاکھ ذبح شُدہ حیواناتِ قربانی کو بجائے نقصان رساں ہونے کے مُفید بنانا۔

7 اَجسامُ النّاس سے: عِلمُ الاعضاء، عِلمُ الطِب، تشریحُ الافعال وغیرہ۔

8 نفُوس سے: عِلمُ العبادات، شاعری، موسیقی وغیرہ۔

گویا کائنات کا ہر منظر عجائبات کی ایک دُنیا پہلو میں لئے دُبکا بیٹھا ہے۔ ہر ذرّہ ہمیں قوّت و جبرُوت کا ایک لازوال پیام دے رہا ہے اور ہر پتّا

بقاء وصلاحیت کی حیات انگیز داستان سنا رہا ہے لیکن افسوس ہم ان آیات سے غافل ہیں۔

يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾

(سورۃ یوسف۔ آیت ۱۰۵)

یہ لوگ مناظرِ کائنات سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں۔

شعاعیں

پروفیسر آرتھر ادِنگٹن ''کاسمک شعاعوں (cosmic radiation) پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جو کاسمک شعاعیں عالَمِ بالا سے تخلیقِ ارض سے پہلے روانہ ہوئی تھیں وہ زمین پر اب پہنچی ہیں۔ یہ مقدار میں بہت کم اور طاقت میں بہت زیادہ ہیں۔ نباتات وازہار (پھولوں) کا تنوع انہی کی وجہ سے ہے۔ آغازِ آفرینش میں صرف ایک پھول کسی پودے پر لگا ہوگا جب اس پودے کے بیج زمین پر جھڑے تو کسی بیج میں ''کاسمک شعاع'' داخل ہوگئی، فوراً اس میں ایک تغیر آگیا۔ چنانچہ اس بیج کے پھول رنگ وصورت میں دوسرے ہم جنسوں سے الگ ہوگئے یہ لالہ وگلاب کی مختلف قسمیں اسی شعاع کی کارستانیاں ہیں۔

شعاعی جنکشن

ایک انچ بھر فضا میں سے وہ تمام شعاعیں گزر رہی ہیں جو پانی، گھاس، عمارات اور شمس وقمر سے نکل کر ہر طرف پھیل رہی ہیں۔ اگر خوردبین سے

دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اِس اِنچ بھر جگہ میں سے کروڑوں اجرامِ سماوی کی شعاعیں ایک دُوسرے کو کاٹتی ہوئی گزر رہی ہیں۔ قُطبی ستارے کی ضعیف ترین شعاع آفتاب کی طاقت ور موج نُور کو چیر کر جارہی ہے اور ایک بہت بڑا ریلوے جنکشن، اِس اِنچ بھر فضائی مقام کے مُقابلے میں ہیچ نظر آتا ہے۔

روشنی کی طاقت

روشنی ایک مہیب طاقت ہے جو کرنوں کا زینہ لگا کر آسمان سے اُتر رہی ہے، اگر ہم اُس روشنی کو جمع کر سکیں جو ٹینس کے میدان پر صرف ایک دِن میں پڑتی ہے تو اِس قُوت سے دوسو گھوڑوں کی طاقت کا ایک انجن قیامت تک چلایا جاسکتا ہے۔

روشنی کی قیمت

ہم اپنے کارخانوں اور گھروں میں بجلی سے کام لیتے ہیں جس کا مَنبع اوّلین آفتاب ہے۔ یورپ کے ایک ماہرِ طبیعات نے اندازہ لگایا ہے کہ تمام دُنیا میں ہر سال صرف ۱/۴ چھٹانک وزن کی بجلی خرچ ہوتی ہے جس کے پیدا کرنے پر ۳۴ کروڑ روپیہ لاگت آتی ہے۔ دُوسری طرف جو روشنی سُورج سے صرف ایک دِن میں زمین پر آتی ہے، اُس کا وزن ۴۲۸۰ من ہے۔ بجلی کے حساب سے اُس روشنی کی قیمت ۰۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۱۵ ڈالر بنتی ہے اللہ سُبحانہٗ کا لُطفِ عمیم دیکھو کہ ہم ایک پائی تک صرف کئے بغیر طاقت کے اِس بے پناہ خزانے سے مُتمتّع ہو رہے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۱۳)

تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

عُلمائے مغرب کا خیال یہ ہے کہ آفتاب ہمیں دس ارب سال تک اور روشنی دیتا رہے گا۔

گہوارہ زمین

اِبتداء میں زمین ہموار تھی اور اُس پر ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اگر آج زمین کو پھر ہموار کر دیا جائے تو ہر مقام پر تقریباً دس ہزار فٹ گہرا پانی چھا جائے۔ کچھ مُدّت کے بعد زمین کی اندرونی حرارت سے بطنُ الارض کے مواد اُچھل کر باہر آ گئے اور ہر سو پہاڑ نظر آنے لگے۔ زلزلوں کے علاوہ پانیوں کی شکست و ریخت اور طولِ زماں نے بھی سطحِ زمین کو ناہموار بنانے میں کافی حصہ لیا۔ زمین کا ناہموار ہونا ایک اِلٰہی رحمت ہے ورنہ یہ اِنسانی وحیوانی زندگی کا گہوارہ نہ بن سکتی۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا ۝

(سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۵۳)

اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارا گہوارہ بنایا۔

عاداتِ الٰہیّہ

بعض حیوانات بعض اعضاء کو زیادہ اِستعمال کرتے ہیں تو وہ بڑھ جاتے ہیں اور بعض کم اِستعمال کرتے ہیں تو وہ رفتہ رفتہ مِٹ جاتے ہیں۔ نباتات میں

بھی یہی سُنّتِ الٰہیہ جاری ہے۔ کچھ صدیاں پیشتر کیلے کی پھلی میں امرود کی طرح چھوٹے چھوٹے بیج ہوا کرتے تھے جن کی کاشت سے کیلا پیدا کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ کیلے کی شاخیں لگانے کا رواج ہوگیا۔ جب قدرت نے دیکھا کہ بیج کو استعمال نہیں کیا جاتا تو آہستہ آہستہ بیج کا خاتمہ ہی کر دیا۔ آج کیلے میں بیج دکھائی نہیں دیتا۔ قدرت کا ازل سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ وہ صرف اُن اقوام کو دُنیا میں باقی رکھتی ہے جو مفید ہوں اور غیر مفید اقوام کو کیلے کے بیج کی طرح مٹا دیتی ہے۔

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ ○

(سورۃ الرّعد۔ آیت ۱۷)

زمین میں صرف اُسی کو رنگِ دوام حاصل ہوتا ہے جو دُنیا کے لئے مفید ہو۔

اللہ سُنتا ہے

آج تو تموّجِ اثیری کی بدولت ہزارہا میل دُور کی باتیں چشم زدن میں بے تار و سلسلہ سُن رہے ہیں۔ یہاں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ اثیر اللہ کے دائرۂ اختیار کے اندر ہے یا باہر؟ اگر اندر ہے تو لازماً کائنات کی ہر وہ آہٹ صدا اور جُنبش جو اثیر میں جُنبش پیدا کرسکتی ہے اللہ تعالیٰ سے پنہاں نہیں رہ سکتی[1]۔ نظریہ امواجِ اثیری نے ہمیں یقین دِلا دیا کہ:

---

[1] بلکہ (تَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ) اللہ تعالیٰ انسان کے وسوسوں تک سے واقف ہیں۔ (مدیر البیان)

اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۶۱﴾

(سورۃ الحج۔ آیت ۶۱)

اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

امپریل کالج آف سائنس (لنڈن) کے ایک پروفیسر مسٹر ولیم ایک دفعہ انسانی کان کی ساخت پر غور کر رہے تھے۔ الٰہی صناعی کے حیرت انگیز کمالات سے مرعوب ہو کر چلا اُٹھے:

"HE WHO PLANTED EARS,

SHALL BE NOT HEAR?"

''جس اللہ نے کان ایجاد کیے ہیں، کیا وہ خود صفتِ سمع سے محروم ہے''؟

سُبحان اللہ پروفیسر ولیم کو اپنے علم و مطالعہ کی بدولت اللہ کی صفتِ سمع پر کیا روح افزاء ایمان حاصل ہے۔

ماحول سے تطابق

تمام کائنات کی ترکیب بجلی کے خوردبینی ذرات یعنی منفیوں اور (ELECTRONS) سے ہوئی۔ منفیوں کا اختلاط مثبت ذراتِ برقیہ یعنی ثباتیوں (PROTONS) سے ہوا اور یہ مرکب عقیمیہ (NEUTRON) کہلایا چند عقیمے مل کر جواہر (ATOMS) بنے اور جواہر کا مجموعہ سالمہ (MOLECULE) کہلایا۔ ہر جوہر اور سالمہ بجلی کا ایک چھوٹا سا خزانہ ہے۔

نباتات کی ترکیب بھی اُن ہی ذراتِ برقیہ سے ہوئی۔ صرف نام کا فرق ہے نباتات میں عنصرِ نباتی کی ترکیب خلیوں (CELLS) سے ہوتی ہے۔

ہر خلیہ منفیوں اور ثباتیوں کا ایک مرکب ہوتا ہے جس کے اجزائے ترکیبی بنایئے (PROTOPLASM) کہلاتے ہیں۔ یہ خلیہ کوئی مردہ چیز نہیں بلکہ نہایت حساس اور پیچیدہ خزانۂ حیات ہے جس کے مقابلہ میں گھڑی یا مطبع کی مشین ازبس سادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہر بنایئے میں ماحول کے ساتھ بدلنے کی حیرت انگیز استعداد موجود ہے۔

آغاز میں پودے سمندر کے ساحل پر نمودار ہوئے تھے جب ان کے بیج جھڑے تو آندھیاں، پرندے اور بارشیں اُنہیں نئے ماحول میں لے گئیں، جہاں پودوں میں کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی، جو گلاب کا پودا کسی باغ میں اُگا تھا اور اُسے ہر وقت حیوانات کی غذا بننے کا ڈر رہتا تھا۔ قدرت نے حفاظت کی خاطر اُس کے ساتھ بہت زیادہ کانٹے دیئے اور جو گلاب کسی باغ میں اُگا تھا جس کے اردگرد اونچی دیوار تھی اور ایک مالی بھی حفاظت پر مقرر تھا، اِس کے کانٹے کم کر دیئے اور پھر جنگلی اور بستانی پودے میں بہ لحاظ نزاکت و لطافت بھی کافی فرق دیکھا گیا۔ باغ میں پودے مالی اور نظارگیوں کی خواہش سے بھی متاثر ہو کر زیادہ خوشنما و نازک بن گئے۔

شرلے کہتا ہے کہ میں نے پائیں باغ کے ایک کونے میں پپّی کا ایک پھول دیکھا جس کے کنارے کچھ سفیدی مائل تھے۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ پھول بالکل سفید ہو جائے۔ اگلے سال یہ پھول زیادہ سفید ہو گیا اور چند سال کے بعد بالکل سفید۔

نباتات کی طرح حیوانات کو بھی نئے ماحول میں نئے اعضاء و آلات مل

جاتے ہیں۔ پرندے کی چند ہڈیاں صرف گیس سے پُر ہوتی ہیں، تا کہ ہوا میں اپنا بوجھ آسانی سے اُٹھا سکے۔ مینڈک کی وہ تھیلی جو پانی میں تیرنے کے کام آتی ہے، خشکی پر پھیپھڑے کے فرائض سرانجام دیتی ہے اسی طرح مچھلی کو پانی میں جس قدر آلات کی ضرورت تھی وہ سب عطا ہوئے۔ یہاں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب کچھ کسی قوتِ ناظمہ کے بغیر ہو رہا ہے؟ کیا کائنات کی اِس حیرت انگیز مشین کو چلانے کے لیے کوئی دماغ مصروفِ عمل نہیں، کیا یہ تخلیق و آفرینش کے بصیرت افروز معجزے محض حُسنِ اتفاق سے ظاہر ہو رہے ہیں، ہرگز نہیں۔ ایک مغربی عالم کیا پتے کی بات کہتا ہے:

"THE IDEA OF MIND BEHIND AND MIND WITHIN SEEMS AS RATIONAL AND WORKING HYPOTHESIS AS ANY."

''یہ خیال کہ ایک دماغ کائنات کے اندر اور باہر مصروفِ عمل ہے۔ ایک معقول اور قابلِ یقین تخیل ہے۔

رفتارِ آفرینش

زمین میں اِرتقائے آفرینش پر لاکھوں صدیاں صرف ہوئیں۔ ایک وہ وقت بھی تھا کہ کائنات عقل سے محروم تھی، اِنسان کی تخلیق نے اِس کمی کو پورا کیا۔ دُوسرے لفظوں میں اِنسان کی ایجاد گزشتہ تاریخ تخلیق کا آخری و اکمل باب تھا۔ ابھی ایسے دماغ آئیں گے، جن کی تمہید ہم ہیں۔ اللہ جانے یہ دُنیا کہاں جا رہی ہے آج سے دس لاکھ سال بعد کیسے اِنسان آئیں گے، اور اُن

کے دماغ کس قدر بلند ہوں گے، کوئی نہیں بتلا سکتا۔ برناڈ شا کہتا ہے کہ کئی لاکھ سال بعد انسانی عقل ارتقاء کی اُس منزل تک جا پہنچے گی کہ طیاروں اور موٹروں سے ہزار گنا زیادہ تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو چکی ہوں گی اور جس طرح کے آج حجری زمانے کے آلات وظروف اور ازمنہ وسطیٰ کی منجنیق عجائب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اُس زمانے میں طیارے وغیرہ زمانہ جاہلیت کی یادگار سمجھ کر عجائب گھروں میں رکھ دیئے جائیں گے۔ سچ ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۝

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۰۶)

جب ہم کسی آیت یا منظر کو مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسا ہی پیدا کر دیتے ہیں۔

تلافیِ مافات

انسانی بدن کی مشین پر غور فرمایئے۔ ایک ڈاکٹر اِس اعتماد پر جسم میں سوراخ کر دیتا ہے کہ اندر ایک حیرت خیز مشین، پوست گوشت بنانے پر لگی ہوئی ہے۔ اگر تلافیِ مافات کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو ہزارہا مریض عمل جراحی (آپریشن) کے بغیر ہلاک ہو جاتے۔ اِسی طرح کا ایک سلسلہ عالمِ اخلاق میں بھی کام کر رہا ہے۔ ہم گذشتہ گناہوں اور کج راہیوں کی تلافی توبہ و ندامت سے کر سکتے ہیں اور برہمنوں کا یہ اصول کہ گناہ کی تلافی نہیں ہو سکتی درست نہیں۔

ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۝

(سورۃ النساء۔ آیت ۱۷)

جو لوگ جلد ہی سنبھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی گزشتہ خامیوں کو نظر انداز فرما دیتا ہے۔

اللہ کا دارُ الحکُومت

اگر سرما کی کسی رات کو مریخ کا کوئی باشندہ بمبئی کے بازاروں میں اُتر آئے تو وہ ہر طرف بُلند عمارات اور خُوبصُورت دُکانیں دیکھے گا، جن میں بجلی کے قُمقُمے نُور کا سیلاب اُٹھا رہے ہونگے موٹروں کا تانتا بندھا ہوگا ہر طرف ایک چہل پہل نظر آئے گی، تو کیا وہ خیال کرے گا کہ یہ تمام رونق خُود بخُود پیدا ہوگئی؟ کیا ایک جوہری کی دُکان میں چاندی اور سونے کے برتن خُود بخُود قرینے سے سج گئے؟ کبھی نہیں۔ ذرا اندھیری رات میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھو۔ ستاروں کے قُمقُمے کس شان وشکوہ سے جل رہے ہیں۔ نُور و تجلّی کا کیا سیلاب اُمنڈ رہا ہے۔ کہکشاں کی شاہراہوں پر کروڑوں آفتاب کیسی بہار دِکھلا رہے ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کسی عظیمُ الشّان فرمانروا کا دارُالحکُومت ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸

(سُورۃ یُونس۔ آیت ۱۸)

کیا یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ اِس سے بہت بُلند اور پاک ہے۔

کائنات کے اِس لرزہ فگن سلسلے پر غور کرنے کے بعد جرمنی کے مشہُور مُفکّر آئن سٹائن نے فرمایا:

THE UNIVERSE IS RULED BY MIND AND

WHETHER IT BE THE MIND OF A MATHEMATICIAN OR OF AN ARTIST OR OF A POET OR ALL OF THEM. IT IS THE ONE REALITY WHICH GIVES MEANING TO EXISTENCE, ENRICHES OUR DAILY TASK, ENCOURAGED OUR HOPE AND ENERGIZES US WITH FAITH WHEREVER KNOWLEDGE FAILS."

کائنات پر ایک زبردست دِماغ حکومت کر رہا ہے اِس سے بحث نہیں کہ وہ دِماغ رِیاضی دَاں کا ہے، یا مُصوّر کا، شاعر کا یا اِن سب کا، یہ ایک حقیقت ہے جو ہماری حیات کو پُر معنیٰ بناتی ہے، اُمیدوں کو اُبھارتی ہے اور جہاں علم کی روشنی ناکام رہے، وَہاں ہمارے یقین کو اور زیادہ مضبوط کرتی ہے۔

یہی مُفکّر ایک اور مقام پر کہتا ہے۔

"HE WHO CAN NO LONGER PAUSE TO WONDER AND STAND RAPT IN AWE IS AS GOOD AS DEAD AND HIS EYES ARE CLOSED."

وہ اِنسان جو کائنات پر اِظہارِ تعجب کے لئے ٹھہرتا نہیں اور اُس پر خشیہ و تقویٰ کی کیفیت طارِی نہیں ہوتی، وہ مر چکا ہے اور اس کی آنکھیں بصارت سے محروم ہو چکی ہیں۔

آئن سٹائن کا یہ قول آیتِ ذیل کا تقریباً ترجمہ معلوم ہوتا ہے:

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُھُمْ ۝

(سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۸۵)

کیا یہ لوگ کائناتِ ارض وسما اور دیگر الٰہی مخلوق پر غور نہیں کرتے؟ شاید اُن کی موت قریب آ گئی ہے۔

ہمالہ کے بُلند اور دہشت ناک سلسلے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک انسان یُوں محسُوس کرتا ہے کہ وہ کسی ہیبت انگیز جبّار کے پُرعظمت دربار میں سہما ہُوا کھڑا ہے وہ ہر سُو وسیع وعمیق وادیاں، وہ حواس براُفگن سکوت، وہ رُعب وہیبت کی لاانتہائیاں اور حیرت وتعجّب کی بے پایانیاں اللہ اللہ انسانی عقل کپکپا اُٹھتی ہے کیا اِن مُہیب مناظر کی خالق وُہی ہستی ہے، جس نے کشمیر کے حسین وجمیل خطّے کو اپنی رعنائیوں کا مظہر بنایا۔ یہ پھُولوں کی دُنیا، ندیوں کے نغمے، چڑیوں کے زمزمے، ہواؤں کی لطافتیں، فضاؤں کی ملاحتیں، دُنیائے رنگ، جہانِ نیرنگ!

وہ سامنے سمندر کی پُرجبروت دُنیا میں ہمالہ پیکر موجیں ایک ہولناک چٹان سے ٹکرا کر دھاڑتی ہُوئی واپس آ رہی ہیں۔ پانی کی یہ دُنیا کس قدر مرعُوب کُن ہے دُوسری طرف شبِ ماہتاب میں کسی خاموش تنہا اور آسُودہ جھیل کا منظر کس قدر دِل فریب ہے اُس کے ساحل پر وہ نیلے نیلے، اُودے اُودے پھُول، عطر بیزیوں میں بسی ہُوئی ساکن ہوا۔ سطحِ آب پر سویا ہُوا سکُون، گھاس میں

نیم بیدار بگلے اور مرغابیاں۔ واہ! یہ منظر کتنا حسین اور کتنا وجد آور ہے۔
ہم یوں محسوس کرتے ہیں کہ گویا فطرت کی بہاروں میں گم ہو رہے ہیں کسی
مغربی فطرت شناس نے کیا اچھا کہا ہے:

"WHEN WE STAND AND GAZE UPON THE SCENE BEFORE US WE GROW TO FEEL A PART OF IT. SOMETHING IN THE COMMUNICATES WITH SOMETHING IN US. COMMUNION BRINGS US JOY AND THE JOY BRINGS US EXALTATION."

''جب ہم کچھ رُک کر ان حسین مناظر پر نگاہ ڈالتے ہیں، جو ہمارے سامنے حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے ہیں، تو ہم محسوس کرتے ہیں گویا ان مناظر کا ایک جزو بن چکے ہیں۔ اس حالت میں کائنات کا شاہدِ مستور ہم سے ہمکلام ہو جاتا ہے یہ ہم کلامی کیف و نشاط پیدا کرتی ہے اور یہ نشاط وجد و مستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

خیز وا کن دیدۂ مخمور را دوں مخواں ایں عالم مجبور را
غایتش توسیع ذاتِ مسلم است امتحاں ممکنات مسلم است

(اقبالؒ)

صدرِ محفل

ماہرینِ علم الاسماء نے اندازہ لگایا ہے کہ اس نیلی فضا میں ہمارے آفتاب سے لاکھوں گنا بڑے بے شمار سورج نہایت تیزی سے محوِ پرواز ہیں اور

ہمارا آفتاب کائنات کے بے شمار شمسی نظاموں کے سامنے محض ایک ذرّے کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر یہ تمام شموس و اقمار مل کر قدرت کی لاانتہا دنیاؤں کی ایک چھوٹی سی کسر بنتے ہیں انسان کائنات کی اس وسیع و عریض محفل میں صدر نشین ہے کتنی بڑی تکریم اور کتنا بڑا اعزاز ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ ۝

(سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۰)

ہم نے انسان کو اشرف کائنات بنایا۔

انسان کی برادری کس قدر وسیع ہے کہکشانی سیارے سے لے کر لالۂ صحرا تک سب ہی رگوں میں ایک ہی خون (ذراتِ برقیہ) دوڑ رہا ہے۔ سب کی پیدائش ایک ہی نفس (منفیہ) سے ہوئی، اس لئے یہ سمندر، پہاڑ اور آفتاب و نجوم انسان کے بھائی ہیں۔ گو انسان عمر اور قد میں چھوٹا ہے لیکن:

"ہر چہ بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر"

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۝

(سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۸۹)

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک نفس (منفیہ) سے پیدا کیا ہے۔

ہمیں اس پُر شکوہ کائنات کا سردار بنا کر بھیجا گیا تھا لیکن حالت یہ ہے کہ ہم قدم قدم پر آئینِ فطرت توڑتے ہیں۔ باقی تمام کائنات اپنے دستورالعمل کو نباہ رہی ہے اور انسان:

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾

(سُورۃ العصر۔ آیت ۲،۱)

تاریخِ عالم (العصر) شاہد ہے کہ اِنسان ہمیشہ خسارے میں رہا۔

کیا یہ محض حُسنِ اِتّفاق ہے؟

ہماری زمین آفتاب سے نکلی تھی۔ اِس لئے ارضی برقیوں کا منبع بھی آفتاب ہے۔ سُورج سے نکلے ہُوئے یہ ذرّات آج طیُور و وحوش اور لالہ و گُل کی صُورت اختیار کیے ہُوئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن شعلوں کو یہ شکل کس نے دی؟ کیا یہ سب کچھ اِتّفاقاً ہوگیا؟ ہم مانتے ہیں کہ دُنیا میں اِتّفاق بھی کوئی چیز ہے لیکن اِتفاقات یا مواقع اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بُرے بھی۔ پھر یہ کیوں ہے کہ تخلیقِ کائنات میں تمام اچھے مواقع اِستعمال کیے گئے اور بُرے اِتّفاقات کو چھُوا تک نہیں گیا؟ اِس لئے یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ کوئی نگران آنکھ اور کوئی زبردست دماغ مصرُوفِ عمل ہے جو تمام تعمیری مواقع مُہیّا کر رہا ہے اور تخریبی مواقع سے بچ رہا ہے۔ تخلیق و تکوین کے یہی وہ ایمان افروز معجزات ہیں جن پر غور کرنے کے بعد پروفیسر ولیم میکبرائڈ نے کہا تھا:

"CAN ANYONE SERIOUSLY SUGGEST THAT THIS DIRECTING AND REGULATING POWER ELEMINATED IS CHANGE ENCOUNTER OF ATOMS? CAN

THE STREAM RISE HIGHER THAN ITS FOUNTAIN?"

کیا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ خیال کر سکتا ہے کہ کائنات میں یہ نظم و ہدایت عناصر کی اتفاقیہ آمیزش سے پیدا ہو گئی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی نہر اپنے منبع سے مرتفع تر سطح پر بہہ سکے۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

(سورۃ المومنون ۔ آیت ۱۷)

آفرینشِ کائنات سے ہم غافل نہ تھے۔

نقشۂ تعمیر

آم کی گٹھلی ایک چھوٹا سا صندوق یا فریم ہے، جس میں آم کے درخت کا مکمل خاکہ و نقشہ پتوں، ٹہنیوں اور پھل سمیت موجود ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا آم جو گٹھلی میں موجود ہے، زمین، ہوا اور آفتاب سے غذا و حرارت حاصل کرنے کے بعد پورا درخت بن جاتا ہے۔ یہ گٹھلی اِس نقشے کی طرح ہے جو انجینئر تعمیرِ عمارات سے پہلے تیار کرتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین پر جب پہلا آم اُگا تھا تو نقشہ کہاں تھا؟ جواب یہ ہے کہ خالق کے دماغ میں:

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾

(سورۃ سبا ۔ آیت ۳)

ذرہ یا ذرے سے کم و بیش کوئی زمینی یا آسمانی چیز ایسی نہیں جو کتابِ مبین یعنی علمِ الٰہی میں موجود نہ ہو۔

مخفی طاقت

تمام کائنات پر ایک غیر محسوس طاقت کا اثر نظر آتا ہے۔ ہر چند کہ یہ طاقت غیر مرئی ہے لیکن یقیناً موجود ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ہم ریڈیو پر دس ہزار میل سے کوئی تقریر یا ڈرامہ سنتے ہیں اور کبھی کبھی متاثر ہو کر رو دیتے ہیں۔ مقرر دس ہزار میل دور ہے اور ہم تک اس کی آواز ایثر کی بدولت پہنچ رہی ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ہم ایثر سے متاثر ہو رہے ہیں جو ایک غیر محسوس طاقت ہے۔ اس سے واضح تر مثال یہ ہے کہ ایک سیب درخت سے ٹپکنے کے بعد نہ تو آسمان کی طرف دوڑتا ہے اور نہ افق کی طرف بھاگتا ہے۔ بلکہ کششِ ارضی (ایک غیر محسوس طاقت) کے زیرِ اثر زمین کی طرف آتا ہے۔ دیکھا آپ نے کہ سیب کی اس افتاد پر ایک غیر مرئی طاقت کا کتنا زبردست اثر ہے۔ اسی طرح کی ایک طاقت تمام کائنات میں سرگرمِ عمل ہے جسے "اللہ" کہا جاتا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۝

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۵)

اللہ کا تختِ سلطنت ارض و سما کو محیط ہے۔

جس طرح ہندوستان کے تمام دشت و جبل، باغ و راغ اور انسان و حیوان مل کر ہندوستان کہلاتے ہیں اور انسان ہندوستان کا دماغ ہے پھر کسی خاص موقعہ (مثلاً جلسہ تقریب وغیرہ) پر صرف ایک منتخب انسان صدرِ بزم بنتا ہے جو اہلِ ہندوستان کے جذبات و خواہشات کا مظہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی

بھری محفل میں اللہ تعالیٰ صدرِ محفل ہے جو قوّت، طاقت، خواہشات اور جذباتِ انسانی کا منبع و مصدر ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۝

(سورۃ الدھر۔ آیت ۳۰)

پہلے اللہ ایک چیز کی خواہش کرتا ہے اور پھر تم[1]

دنیائے مغرب کا ایک حکیم عجائباتِ تکوین سے متاثر ہو کر کہتا ہے:

"THE MORE WE KNOW THE MORE WE FIND THERE IS TO KNOW, THE FARTHER WE GO, THE GREATER IS OUR JOY. THE DEEPER WE PENETRATE THE HIGHER IS OUR EXALTATION. SO ON AND ON WE SHALL GO LAYMEN AND SCIENTISTS ALIKE, WE SHALL NEVER STOP, BECAUSE THE LURE IS TOO GREAT."

جوں جوں ہمارا علمِ فطرت بڑھتا جاتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ابھی کچھ اور بھی ہے جسے جاننا چاہیے۔ اِس کیف انگیز دنیا میں ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں، ہماری مسرتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مطالعۂ کائنات پر صرف کیا ہوا لمحہ ہمیں بلند تر کیف و مستی کا پیام دیتا ہے۔

ہم سب (عوام و علماء) اِس حسین منزل کی طرف بڑھتے ہی جائیں

---

[1] یعنی انسانی اختیار، اختیارِ خداوندی کے ماتحت ہے۔ (مدیر البیان)

گے اور ٹھہریں گے نہیں اِس لئے کہ شاہدِ کائنات کی تجلیاں از بس نظر فریب ہیں۔

وحدتِ کائنات پر فرانسس تھامپسن کا خیال مُلاحظہ ہو:

"ALL THINGS BY IMMORTAL POWER NEAR AND FAR HIDDENLY TO EACH OTHER LINKED ARE, THAT THOU CANNOT STIR A FLOWER, WITHOUT THE TREMBLING OF A STAR."

"تمام قریب و بعید اشیاء کو ایک لازوال طاقت نے مخفی طور پر بہ یک دیگر باندھ رکھا ہے جب تُم ایک پھول کو چھیڑو گے تو فضائے گردوں میں ایک ستارہ کانپ اُٹھے گا۔"

اللہ اکبر! توحید پر اِس سے بہتر مضمون کوئی کیا باندھے گا۔ یہی وہ زمزمہ ہائے ثنا و عبودیت ہے جو قرنوں کے مُسلسل مُطالعہ و تفکّر کے بعد اُن کے دِل کی گہرائیوں سے نِکل رہے ہیں۔ کیا اللہ ایسے اِنسانوں کو سُپردِ جہنّم کر دے گا جن کی زندگیاں افعالِ اِلٰہی کی تلاش میں کٹ گئیں۔ جنہوں نے ہر پتّے میں انوارِ اِلٰہی دیکھے۔ ہر ذرّے میں آفتابِ الوہیّت کا تماشہ کیا، ہر قطرے میں اُس کی صناعیاں عیاں و نہاں دیکھیں اور پھر کھول کھول کر ہمیں سمجھائیں۔

اللہ کی اِن خیر ساز اور مبہوت کُن دُنیاؤں میں اِنسان کی حقیقت ہی کیا ہے؟ وہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو زمین پر رینگ رہا ہے۔ پھر اُس خالقِ ارض و سما اور قہار و جبّار کی نوازش دیکھو کہ وہ اِس حقیر سی مخلوق (اِنسان) کی طرف کبھی

پیغمبر بھیجتا ہے کبھی اپنا جمال دکھاتا ہے اور کبھی ہم کلامی کا شرف عطا کرتا ہے۔

ایک عبرانی شاعر کیا پتے کی بات کہتا ہے۔

"WHEN I CONSIDER THE HEAVENS, THE MOON AND THE STARS WHICH YOU THOU HAST ORDAINED, WHAT IS MAN THAT THOU ARE MINDFUL OF HIM AND THE SON OF MAN THOU VISITED HIM."

جب میری نگاہ تیرے مہیب آسمانوں، ستاروں اور مہتاب پر پڑتی ہے جو تیری مشیئت سے مقہور و مجبور ہو کر سرگرمِ عمل ہیں تو معاً خیال آتا ہے کہ اللہ جانے یہ انسان کیا چیز ہے جس کی تجھے اِس قدر فکر ہے کہ ابنِ آدم کو تُو نے اپنا جلوہ بھی دکھایا۔

لندن یونیورسٹی کے ماہرِ علمُ التشریح پروفیسر ڈیوڈ فریسر نے اللہ جانے انسانی بدن میں الٰہی تخلیق کے کیا شعبدے دیکھے کہ مبہوت ہو کر بول اُٹھا:

"OUR MINDS ARE OVERWHELMED BY IMMENSITY AND MAJESTY OF NATURE."

عظیم فطرت کے لامتناہی جلال و جبروت کو دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا ہے۔

یہی شیدائی فطرت ایک مقام پر کہتا ہے:

"WE HARDLY KNOW WHICH TO ADMIRE THE MORE, THE MIND THAT ARRANGED NATURE OF THE MIND WHICH INTERPRETED."

ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس کی زیادہ تعریف کریں، اُس دِماغ کی جس نے فِطرت کو آراستہ کیا یا اُس دِماغ کی جس نے فِطرت کی ترجمانی کی، یعنی علمائے فِطرت۔

خالقِ کائنات بے حد جِدّت پسند ہے ایک حقیر ذرّہ برقی سے کیا کچھ بنا ڈالا ارب در ارب اِنسان پیدا ہو چکے ہیں لیکن تنوّع پسند ربّ نے ایک چہرہ دُوسرے سے مِلنے نہ دِیا۔ گُلوں کی بُوقلموں رنگت، حیوانات و حشرات کی لامُتناہی انواع، جمادات کی بے شُمار اقسام، اثمار و فواکہ کے مُختلف ذائقے اور کھرب در کھرب اشجار کے مُختلف اوراق و اشکال، اِنسان سوچتا ہے تو عالَمِ حیرت میں کھو جاتا ہے کہ اِس قدر مصرُوف اور اِتنا سرگرم عمل اللہ اِس قدر مُہیب نگران اور اِتنا جِدّت پسند! ٹینیس مرعوب ہو کر پُکار اُٹھا:

"WHAT A MARVELLOUS IMAGINATION GOD ALMIGHTY HATH."

ربِّ ذُوالجلال کس قدر حیرت انگیز تخیّل کا مالک ہے۔

یہ حسین دُنیا ایک نِگارستان ہے، جس میں نظرِ فریب نقُوش و تصاوِیر جنّت نِگار بنی ہُوئی ہیں ایک البم ہے جس کا ہر شاہکار لاجواب ہے اور ایک دِیوان ہے جس کا ہر شعر کیف انگیز و وجد آور ہے۔ یہی وہ حسین اشعار تھے جن کو پڑھنے کے بعد سر جیمز جینز نے کہا تھا:

"THE UNIVERSE LOOKS MORE LIKE A GREAT THOUGHT THAN A GREAT MAHCINE."

''یہ کائنات کوئی مشین نہیں، بلکہ کسی شاعر کا زبردست تخیل معلوم ہوتی ہے۔

فطرت کی لاانتہائیت پر علامہ پکل کا قول ملاحظہ ہو۔

"THE UNIVERSE IS A CIRCLE WHOSE CENTER IS EVERYWHERE AND CIRCUMFERENCE IS NOWHERE."

''یہ کائنات ایک دائرے کی طرح ہے جس کا مرکز تو ہر جگہ نظر آتا ہے۔ لیکن خطِ محیط کہیں نہیں ملتا۔

توازن

ہماری زمین کی دو حرکتیں ہیں، ایک اپنے گرد اور دوسری سورج کے گرد، زمین ایک گھنٹے میں کئی ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاری ہے لیکن توازن کا یہ عالم ہے کہ کہیں کوئی ہچکولا محسوس نہیں ہوتا۔ زمین کے اس حیرت انگیز عدل و توازن کو دیکھ کر سر جیمز پکار اُٹھے:

"THE TREMBLING UNIVERSE MUST HAVE BEEN BALANCED WITH UNTHINKABLE PRECISION."

اس کانپتی ہوئی کائنات میں ایک دقیق اور ماوراء الادراک صناعی سے عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے۔

واقعہ

ایک دفعہ سر ڈیوڈ بروسٹر تجربہ گاہ میں قطرہ آبی کا مطالعہ کر رہے تھے۔

اُنہیں معلوم ہُوا کہ پانی کے ہر جوہر (ATOM) کی ترکیب گھڑی کی مشین سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ آپ پر ایک وجد سا طاری ہوگیا اور فرطِ حیرت میں بول اُٹھے:

"OH GOD! HOW MARVELLOUS ARE THE WORKS"

او ربّ! تیرے کام کس قدر حیرت انگیز ہیں۔

سچّ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ○

(سُورۃ فاطر۔ آیت ۲۸)

اللہ سے صرف عُلمائے فطرت ہی ڈرتے ہیں۔

یک رنگیِ کائنات

کائنات میں کئی طرح سے یک رنگی ہے۔

① ماحول سے تطابق عالم گیر ہے۔ سرد ممالک میں جانوروں کے لمبے بال گرم خطّوں میں کالا رنگ۔ حفاظت کے لئے ضعیف خرگوش اور ہرن وغیرہ کا ہم رنگ زمین ہونا۔ مچھلی کے آلات شناوری اور پرندے کے پر اِس عالم گیر اُصول کی تصدیق کر رہے ہیں۔ جو حیوانات ماحول کے مطابق نہیں چل سکتے اُنہیں اِس طرح میٹ دیا جاتا ہے۔ جس طرح مسلمان کو جو سائنس کی دُنیا میں رہ کر اوراد و وظائف اور ریش و قبا پر تمام زور صرف کر رہا ہے۔

(۲) ہر چیز کی تکوین ذرّاتِ برقی (منفیے) سے ہُوئی۔

(۳) دُنیا میں باہمی احتیاج عالم گیر ہے۔ اگر مختلف نمک اور بیکٹیریا موجود نہ ہوں تو نباتات فنا ہو جائیں اور اگر نباتات نہ ہوں تو حیوانات ختم ہو جائیں۔

(۴) یک رنگی کا کمال دیکھئے کہ ہر دِل ایک منٹ میں ۷۰، ۷۲ دفعہ دھڑک رہا ہے۔ ہر پھیپھڑا ایک دقیقے میں ۱۶، ۱۷ مرتبہ سانس لے رہا ہے۔ پانی کی سطح ہر جگہ برابر ہے۔ ہوا ہر مقام پر پانی سے ہلکی ہے۔ بکری کے پیٹ سے ہر جگہ بکری ہی پیدا ہو رہی ہے۔ اَلغرض بہار و خزاں، موت و حیات اور گردشِ نجوم و شمس وغیرہ میں ایک زبردست تناسب، حیرت انگیز ہم آہنگی اور ایک ایمان افروز یکسانیت پائی جاتی ہے۔

مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

(سورۃ الملک۔ آیت ۳)

اِلٰہی تخلیق میں تمہیں کہیں بھی عدم تناسب یا فقدان ہم آہنگی نظر نہیں آئے گا، بار بار دیکھو کیا تمہیں کوئی ایسی کمی نظر آتی ہے۔

اِس آیت کی بہترین تفسیر مغرب کے ایک عالمِ فطرت کی زبانی سُنیئے:

"SOME PLAN, MANY VARIATIONS, ONE DESIGN, MANY MODIFICATIONS, ONE TRUTH, MANY VERSIONS."

"یہ کائنات کیا ہے؟ ایک نظام ہے جسکے مختلف پہلو ہیں ایک نظم ہے جس میں خوش گوار اختلاف ہے اور ایک صداقت ہے جس کی کئی تعبیریں ہیں۔"

سیموئل راجرز اپنے نتائج غوروفکر کا یوں اعلان کرتے ہیں:

"THE VERY LAW WHICH MOULDS A TEAR AND BIDS IT TRICKLE FROM ITS SOURCE, THAT LAW PRESERVES THE EARTH AND GUIDES THE PLANETS IN THEIR COURSE."

اللہ کی وہ مشیئت جو قطرے کو آنسو بنا کر آنکھ سے لڑھکا دیتی ہے، وہی مشیئت زمین کو فضا میں تھامے ہوئے ہے اور ستاروں کی اُن کی معینہ گزرگاہوں پر حفاظت و رہنمائی کر رہی ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۷)

اللہ نے آسمان کو فضا کی وسعت میں اُٹھا کر کائنات میں توازن پیدا کر دیا ہے۔

سیموئل راجرز فرماتے ہیں:

"WE ARE AT LAST TO KNOW WHICH TO ADMIRE THE MORE, THE MATHEMATICAL ACCURACY OF THE UNIVERSE OR THE BEAUTY OF ITS DESIGN."

ہم فرطِ حیرت سے فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس کی زیادہ تعریف کریں۔ اس حسابی عدل و توازن کی جو زینتِ فطرت ہے یا اس حسین و جمیل ساخت کی جو کائنات میں موجود ہے۔

روشنی اور بجلی کے انجن

روشنی کو حرارت سے جدا کرنا ناممکن ہے لیکن جگنو کی دم میں قدرت نے ایسی روشنی پیدا کر دی جس میں حرارت موجود نہیں آج علمائے فطرت اس قسم کی روشنی پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے آلات بنا رہے ہیں۔ جگنو کا تجزیہ کر کے دیکھا جا رہا ہے جگنو خود بولتا نہیں اور علماء اس راز کو سمجھنے سے عاجز آگئے ہیں۔ اوّل تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جگنو کو روشنی دینے کی ضرورت کیا تھی۔ دوم[1] اس روشنی کو حرارت سے کیوں جدا کر دیا گیا۔

انسانوں نے بجلی حال ہی میں دریافت کی ہے لیکن کائنات میں بجلی کے مختلف انجن آغازِ آفرینش سے موجود ہیں مثلاً سمندر میں ایک مچھلی ایل ملتی ہے جو بجلی سے شکار کھیلتی ہے۔ یہ اپنے بعض پٹھوں کو سکیڑ کر اس قدر بجلی پیدا کر سکتی ہے جس کے صدمے سے شکار ہلاک ہو جائے۔ اسی طرح ایک اور مچھلی عجیب طرح سے شکار کھیلتی ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کا شکار کہیں قریب آ گیا ہے تو فوراً ایک قمقمہ (جو اس کے سر پر ہوتا ہے) جلا لیتی ہے۔ جس کی روشنی میں شکار کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور وہ لقمۂ اجل بن جاتا ہے۔

---

[1] ایک عالمِ مغرب لکھتا ہے کہ اگر جگنو کی دم میں حرارت ہوتی تو وہ جہاں بیٹھتا آگ بھڑک اٹھتی اور تمام باغ در باغ جل کر خاکستر ہو جاتے۔ (برق)

غور فرمایئے کہ جگنو اور اُن مچھلیوں کے اجسام میں کس بلا کے انجن لگے ہوتے ہیں جو دیگر بے شمار اعمال کے علاوہ روشنی اور بجلی بھی پیدا کر رہے ہیں۔

ایک مغربی حکیم کیا مزے کی بات کہتے ہیں:

"WE MUST TAKE NOTICE OF SUCH QUALITIES OF ORGANISM SUCH AS VARYING, GROWING, MULTI-PLYING, DEVELOPING, FEELING AND ENDEAVOURING. AS STUDY OF SUCH FACTS, INTERESTS, EDUCATES, ENRICHES AND HELPS TO TAKE ALIVE THE SENSE OF WONDER, WHICH WE HOLD TO BE ONE OF THE SAVING GRACES OF LIFE."

''ہمارا فرض ہے کہ ہم خواصِ مادہ پر غور کریں مثلاً مادے کا بڑھنا، پھیلنا، ارتقاء، احساس اور کوشش۔ یہ تفکّر جہاں ہمارے علم میں اضافہ کرتا ہے، وہیں اِن جذباتِ حیرت کو جو حیاتِ اِنسانی کی زینت ہیں، جوان رکھتا ہے۔

بدن کی مشین

کائنات کا ہر ذرّہ ایک ایسا رُباب ہے جس سے اِلٰہی دانش و صناعی کے ترانے نکل رہے ہیں۔ اِنسانی بدن کی مشین پر غور فرمایئے کہ بقول سر آرتھر

کا یتھ جب ہم چلتے ہیں تو صرف ایک قدم اُٹھاتے وقت پُورے سو پٹھے مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر اِن میں سے ایک پٹھا بھی بگڑ جائے تو ہم قدم نہ اُٹھا سکیں اندازہ لگایئے کہ باقی اعمال میں کس قدر عضلات و اعصاب کس کس رنگ میں سُکڑتے، مُڑتے، پھیلتے اور لچکتے ہوں گے۔ ہر مشین کے لئے ایک ڈرائیور، کلینر (صاف کرنے والا) تیل دینے والے اور انجینیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اِنسان نہ تو اپنی مشین کا ڈرائیور ہے اور نہ مرمّت کُنندہ۔ یہ غریب تو اِس ہولناک مشین کے سمجھنے تک سے قاصر ہے۔ قُدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو حیوانات کی اربِ در ارب مشینوں کو چلا رہی ہے، مرمّت کر رہی ہے، تیل دے رہی ہے، صاف کر رہی ہے اور پھر یہ سب کچھ ہمارے علم کے بغیر ہو رہا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

(سُورۃ یُونس۔ آیت ۳۴)

کہہ دو کہ یہ تو اللہ ہی ہے، جو پہلے پیدا کرتا ہے پھر عملِ تخلیق کو دُہراتا ہے۔ تُم کہاں بھٹک رہے ہو۔

اِنسانی عِلم کی اِنتہائی منزِل

ایک گنوار اپنی بھینس، گائے، بکری، گھوڑی، بیوی اور کھیت کے سوا باقی سب چیزوں کو بے کار سمجھتا ہے۔ وہ اِن بے شُمار پودوں، درختوں، پتھروں، کانوں اور دھاتوں کے افادی پہلوؤں سے غافل ہے اور اُسے قطعاً معلوم نہیں کہ کائنات کی ہر چیز کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اِس وقت تک

تقریباً چودہ لاکھ نباتات دریافت ہو چکے ہیں جن میں سے اِنسان صرف تین چار سو کے اِستعمال سے آگاہ ہے۔ اِسی طرح جمادات اور حیوانات کی بے اِنتہا دُنیائیں ہمارے لئے بدستور رازہائے سربستہ ہیں۔ ہم مکمّل اِنسان صرف اُس وقت بنیں گے جب کائنات کی ہر چیز کو مسخّر کر کے اِستعمال کر رہے ہوں گے۔ جب مکھّی، مچھّر، گھاس، پھول، پودے، پتّے، ذرّے اور قطرے کے مقصدِ تخلیق سے آشنا ہو چکے ہوں گے اور جب ہمارے معمل کالج، تجربہ گاہیں اور مشاہدہ گاہیں اِس حقیقت کا اِعلان کر رہی ہوں گی کہ دُنیا کی ہر چیز کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

جانتے ہو کہ یہ تحقیق و تلاش اور مقصدِ تخلیق کا اِعلان کس مِلّت کے فرائض میں داخل ہے۔

خُود اللہ سُبحانہٗ کی زبان سے سُنیئے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۹۱)

جو اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے اِلٰہی اعمال کے تصوّر سے غافل نہیں ہوتے اور جو کائناتِ ارض و سما پر غور کرنے کے بعد یہ اِعلان کرتے ہیں کہ اے ربّ دُنیا میں کوئی چیز بِلا مقصد پیدا نہیں کی گئی۔

آج مُسلمانوں میں وہ عُلماء موجود نہیں جو ایک مکھّی تک کا مقصدِ تخلیق بتا

نکیس اور جن کا علم، غور و فکر، تجربہ و مشاہدہ اور تجزیہ و تشریح کا نتیجہ ہو۔ مامونُ الرشید (عباسی خلیفہ) اِسلام کے منشا سے آگاہ تھا۔ اُس کے عہد میں بیسیوں صدر گاہیں اجرامِ سماوی کے معائنہ کے لئے نصب تھیں۔ حیوانات، طیور، جمادات اور نباتات پر ۲۶ ہزار کُتب تصنیف ہو چکی تھیں۔ وہ گھڑیاں بنا رہا تھا۔ اِنجن چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ زمین کو ناپ رہا تھا اور زمین و آفتاب کا درمیانی فاصلہ معلوم کر رہا تھا۔ لیکن افسوس کہ ہم نے اپنے اسلاف کی راہیں ہی چھوڑ دیں۔

مغرب کا ذوقِ جستجو

امریکہ کی جامعہ علومِ نباتات کے بڑے دروازے پر یہ روح افزا الفاظ لکھے ہیں:

"OFTEN THOU MINE EYES THAT I MAY BEHOLD WONDERS OF THE CREATION."

''اے ربّ میری آنکھیں کھول تا کہ میں عجائباتِ تکوین کا تماشہ کر سکوں۔

صحیفۂ فطرت کے چند قدیم مُفسّر

یہاں چند شیدایانِ فطرت کا ذکر بے جا نہ ہو گا جن کی زندگی مطالعۂ کائنات میں بسر ہوئی۔ ہر چند کہ اِن بزرگوں کے پاس عہدِ حاضر کے آلات و وسائل موجود نہ تھے تاہم اِن میں سے بعض کے نتائج غور و فکر کو آج بھی صحیح سمجھا جاتا ہے۔

(۱) تھیلز (۶۰۰ق م) نے زمین کو پانی پر تیرتی ہوئی ٹکیہ خیال کیا تھا۔

(۲) اَنیکزیمنس (ANAXIMINES) کے ہاں زمین فضا میں مُعلّق تھی۔

(۳) اَنکیما نڈر (ANAXIMADES) کا خیال تھا کہ ستارے شیشے سے بنے ہوئے ہیں اور آسمان میں نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔

(۴) فیثا غورث کے ہاں تمام کائنات زمین کے اِرد گرد گھوم رہی تھی۔

(۵) اَنیکا غورث (ANAKAGORES) (۴۶۰ق م) پہلا عالم ہے جس نے نُورِ قمر کو مُستعار کہا تھا۔

(۶) ہر کلا نڈلیس (HERACLIDES) (۳۸۸ق م) پہلا شخص ہے جس نے زمین کو مُتحرک مان کر کہا تھا کہ اِس کا ایک چکّر چوبیس گھنٹوں میں ختم ہوتا ہے۔

(۷) اَرسٹارکس (ARISTARCHUS) نے بھی زمین کو مُتحرک تسلیم کیا تھا اور آفتاب کو مرکزی نُقطہ مان کر تمام کائنات کو اِس کے گرد گھما دیا تھا نیز چاند اور سُورج کا حُجم و طول و عرض دریافت کیا تھا اور زمین و آفتاب کا درمیانی فاصلہ ناپا تھا۔ لیکن اِس کے نتائج آج قابلِ اِعتبار نہیں رہے۔

(۸) اِراٹوستھنیس (ERATOSTHENES) (۲۷۶/۱۹۴ ق۔م)

نے زمین کا قطر دریافت کیا تھا۔

(۹) ہپری ہس (HIPPAREHUS) نے سال کی لمبائی معلوم کی تھی۔ اِس کے دریافت کردہ سال اور ہمارے سال میں صرف چھ منٹ کا فرق ہے۔

(۱۰) ہیرو (HERO) ۱۰۰ء نے اسٹیم انجن اور پمپ ایجاد کیا تھا۔

(۱۱) لیوسی پس (LEUCIPPUS) (۴۶۰ ق م) اور دیمقراطیس (۴۷۰/۴۶۰ ق م) نے اعلان کیا تھا کہ ہر چیز کی ترکیب اجزاء لایتجزی سے ہوئی ہے۔

(۱۲) ویرو (VERRO) (۱۱۶/۱۷۰ ق م) اپنی کتاب (RES RUSTICAL) میں لکھتے ہیں: "گندے جوہڑوں میں جراثیم مرض پرورش پاتے ہیں" گویا نظریہ جراثیم اسی عالم کا نتیجہ تلاش ہے۔

(۱۳) جولیس سیزر (مشہور شہنشاہ روم) نے کیلنڈر درست کیا تھا۔

(۱۴) اہلِ روم آلہ جرثقل اور محراب کے موجد ہیں۔

(۱۵) کاپرینکس (COPERNICUS) نے آفتاب کو مرکز عالم تسلیم کیا تھا لیکن تھا ئیکو (THEYCHO) نے پھر زمین کو مرکز مان کر تمام اجرام سماوی کو اس کے گرد گھما دیا نیز اعلان کیا کہ زمین و آفتاب کا فاصلہ ساڑھے نو کروڑ میل ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

(سُورۃ الانعام ۔آیت ۱۰۰)

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اُگائے۔ سبز رنگ پودے پیدا کر کے اُن سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے وہ گچھے لگائے جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے۔ اللہ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور، زیتون اور اناروں کی جنتیں پیدا کیں۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو۔ ان نباتات میں اہلِ ایمان کے لئے معجزات و اسباق موجود ہیں۔

اِس آیت میں بارش و نباتات کے ذکر کے بعد حکم دیا ہے کہ اُنظُرُوْ لِاِلٰی ثَمَرِہٖ (پھل پر غور کرو) نیز فرمایا کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ...... (اِن نباتات میں اہلِ ایمان کے لئے کچھ اسباقِ معجزات موجود ہیں) اِس لئے ضروری ہے کہ ہم نباتات و اثمار پر کچھ غور کریں۔

زمین اور نباتات

جس طرح جانور گھاس کھاتے ہیں، اسی طرح پودے زمین کو کھاتے ہیں۔ پودوں کی غذا نائٹروجن، چونا، پوٹاس اور ہائیڈروجن وغیرہ ہے یہ عناصر اوراق اشجار، گوبر، ہڈیوں، خون اور بالوں وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ خزاں میں پت جھڑ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ پتے زمین کو طاقت بخشتے ہیں۔ اس قدر وسیع زمین میں کھاد ڈالنا انسان کے بس کی بات نہ تھی اسی طرح ۲۵ ہزار میل لمبی زمین کو سیراب کرنا ہماری طاقت سے باہر تھا۔ اوّل الذکر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے خزاں میں تقریباً تمام درختوں کے پتے کھاد بنا کر ہر طرف بکھیر دیئے اور مؤخر الذکر مشکل کو یوں حل کیا کہ سورج نے شعاعوں کے ڈول سمندر میں ڈالے۔ ہوا کے سقے ان ڈولوں کو اٹھا کر چل دیئے اور ہر طرف جل تھل کا عالم نظر آنے لگا۔ اگر صرف ایک ایکڑ زمین کو سینکڑوں سقے سیراب کرنے لگیں تو سال بھر میں بھی اس کام کو سرانجام نہ دے سکیں۔ اللہ کی رحمت دیکھئے کہ ہوائیں خلیج بنگال سے کروڑوں ٹن پانی اٹھا کر پشاور کی سرزمین پر یوں برساتی ہیں کہ زمینِ مردہ میں جوشِ نمو انگڑائیاں لینے لگتا ہے اور ہر طرف لالہ زار کھل جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ ۝

(سورۃ فاطر۔ آیت ۹)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو سمندروں کی طرف بھیجتا ہے جہاں سے یہ بخاراتِ آبی کو ہانک لاتی ہیں اور اس طرح ہم مردہ بستیوں کو سیراب کیا کرتے ہیں۔

ہمارے دوست

پودوں کی جڑ میں خُردبینی حیوانات (بکٹیریا) کی ایک دُنیا آباد ہوتی ہے جن کا عَمل کیمیائی ہوتا ہے یہ حیوانات زمین کی نائٹروجن کھا کر ایک رس سا خارج کرتے ہیں، جس میں نائٹروجن کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ نائٹروجن حیاتِ نباتات کا جزوِ اعظم ہے۔ اگر یہ بکٹیریا نہ ہوتا تو کوئی پودا اُگ نہ سکتا۔ غور فرمائیے کہ اللہ نے ہماری تربیّت کے لئے کیا حیرت انگیز انتظام رکھا ہے اور یہ اشرفِ کائنات اپنی بقا کے لئے اِس حقیر ترین مخلوق کا کس قدر محتاج ہے۔ اگر یہ بکٹیریا نظر آتا تو حشرات کا لُقمہ بن کر ختم ہو جاتا۔ اِس کا نظر نہ آنا اللہ کی دُوسری رحمت ہے۔

بکٹیریا کی کئی قسمیں ہیں، جن کے اعمال میں قدرے اختلاف ہوتا ہے لیکن مقصد سب کا ایک ہے یعنی نباتات کی تخلیق و تکمیل، اِن کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے: ① بکٹیریا ② پروٹوزوا ③ سینچی حیوانات۔

بُلند و پست زمینوں میں بہ لحاظ ضرورت اِن کی تعداد مختلف ہوتی ہے مثلاً:

بُلند زمین میں بکٹیریا کی تعداد

نام	تعداد نصف چھٹانک زمین میں	وزن ایک ایکڑ میں
بکٹیریا	۱۳،۵۰،۰۰۰۰،۰۰۰۰	۲۵ سیر
پروٹوزوا	۳،۱۵،۰۰،۰۰۰	۲۵۵ سیر
سینچی جانور	۲،۱۰،۰۰،۰۰۰	۸۵۰ سیر

پست زمین میں		
وزن ایک ایکڑ میں	تعداد نصف چھٹانک زمین میں	نام
۱/۲ ۱۲ سیر	۶،۷۵،۰۰،۰۰،۰۰۰	بکٹیریا
۱/۲ ۱۱۲ سیر	۱۵۰،۰۰،۰۰۰	پروٹوزوآ
۴۰۰ سیر	۴۵۰،۰۰،۰۰۰	سینچی جانور

زمین کے ہر ایکڑ میں اِن حیوانات کا کام روزانہ بارہ آدمیوں کے برابر ہوتا ہے بہ دیگر الفاظ اگر ایک سو ایکڑ کھیت میں دس کسان ہل چلا رہے ہوں تو بارہ سو مزدوروں کا ایک مخفی لشکر بھی وہاں کام کر رہا ہوتا ہے۔ انصاف فرمائیے کھیتی باڑی میں انسان کا کتنا حصّہ ہے اور اللہ کا۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾

(سورۃ الواقعہ۔ آیت ۶۳ تا ۶۵)

اے کھیتی باڑی کرنے والو! کبھی غور بھی کیا اصلی کسان کون ہے؟ تم یا ہم؟ اگر ہم چاہیں تو (بکٹیریا کا عمل روک کر) تمہاری لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کو برباد کر کے تمہارے حواس اُڑا دیں۔

کھاد جہاں پودوں کی غذا ہے، وہاں اِن خوردبینی حیوانات کے لئے بھی مدارِ حیات ہے تاکہ ہر سو ایکڑ کے یہ بارہ سو مزدور پورے انہماک اور دل جمعی سے کام میں مصروف رہیں۔ حیوانی فضلہ و پیشاب پودوں کی بہترین غذا ہے لیکن یہ چیزیں عموماً ضائع ہو جاتی ہیں۔ کچھ جلا دی جاتی ہیں اور کچھ نالیوں

میں بہہ جاتی ہیں۔ اگر ہمیں نمک کی کوئی ایسی کان مِل جائے جس میں نائٹروجن بھی موجود ہو تو ہماری زمینیں بہت زرخیز بن جائیں۔ لیکن مُشکل یہ ہے کہ نائٹروجن ایک وحشی عُنصر ہے جو کسی دُوسرے عُنصر کی آمیزش پسند نہیں کرتا۔ کوئلے کی اٹھائیس من میں صِرف اڑھائی سیر نائٹروجن ہُوا کرتی ہے۔

جنُوبی امریکہ کے ساحِل پر دریائی پرندوں کے پر کثرت سے جھڑتے ہیں اور کمی باراں کی وجہ سے وہیں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ حِصّہ زمین نائٹروجن کی بہترین کان سمجھا جاتا ہے اور یہاں سے اب تک تقریباً دس کروڑ ٹن کھاد اِستعمال کی جا چکی ہے۔ ہوا میں بے شُمار نائٹروجن موجود ہے۔ عُلماء کا اندازہ یہ ہے کہ فضا کے ہر مُربع مِیل میں دو کروڑ ٹن نائٹروجن مِلتی ہے لیکن اب تک ہمارا علم بہت ناقص ہے اور اِس وسیع خزانے سے کھاد حاصِل کرنے کے لئے ہم کسی طرح کے آلات اِیجاد نہیں کر سکے۔

بجلی

جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو اِرد گرد آکسیجن نائٹروجن میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بارش کے قطرے اِس ذخیرے کو ہمراہ لے کر زمین پر اُتر آتے ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں ایک عالِمِ فِطرت مسٹر کیونڈش (Mr. Cavendish) نے ثابت کیا تھا کہ اگر ہوا اور آکسیجن کو برقایا جائے تو نائٹروجن پیدا ہو گی جس میں کچھ مقدار کھاد (الکلی) کی بھی ہو گی۔ نائٹروجن دُنیائے نباتات کی غذا ہے، اور نباتات ہماری خُوراک بہ دیگر الفاظ سیاہ گھٹاؤں میں بجلی کا ہر تبسُّم

اِنسانی دُنیا کے لئے پیامِ حیات ہے۔

آج کل بہت سی بیماریوں کا علاج بجلی کے ذریعہ کیا جاتا ہے لاہور اور دیگر مقامات پر بجلی کے کئی ہسپتال موجود ہیں۔ اِنسانی بدن کی طرح زمین بھی کئی امراض کا شکار بن جایا کرتی ہے۔ آسمانی بجلی زمین کے ان تمام روگوں کا واحد علاج ہے۔ جب بجلی کی لہریں ہوا سے گزر کر زمین کو چھوتی ہیں تو مُردہ زمین کی نس نس میں عناصر حیات بیدار ہو جاتے ہیں اور یہ نئی دُلہن کی طرح حمل و تولید کے لئے پھر تیار ہو جاتی ہے اِنصافاً کہو کھیتی باڑی کون کرتا ہے؟ ءَ اَنتُم تَزرَعُونَهٗ، اَم نَحنُ الزّٰرِعُونَ. ہم یا تم؟

دہلی، کلکتہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں بجلی کے زور سے گاڑیاں (ٹریم) چلائی جاتی ہیں۔ آسمانی بجلی سے بھی اِس قسم کا کام لیا جاتا ہے۔ ہوا بادلوں کا انجن ہے لیکن جب فضا میں مکمل سکون ہو اور ہوا تھمی ہوئی ہو، بادلوں کو کھینچنے کا کام بجلی سے لیا جاتا ہے۔ سُبحان اللہ بجلی بھی کتنی بڑی نعمت ہے ایک زمانہ تھا کہ لوگ اُسے قہرِ الٰہی کہا کرتے تھے اور قدیم آریئے اُسے ایک ہولناک دیوتا سمجھ کر اُس کی پُوجا کیا کرتے تھے۔ اُنہیں کیا معلوم کہ اللہ کی ہر مخلوق رحمت، ہر فعل رحمت اور خُود بھی سراپا رحمت ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

(سورۃ الروم۔ آیت ۲۴)

بجلی کی چمک (جس سے تم میں بیم و رجا کی کش مکش پیدا ہو جاتی ہے)
اللہ کے معجزاتِ تخلیق میں سے ہے۔ ربِ کائنات آسمانوں سے بارش
برسا کر (اور نائٹروجن کو زمین پر ڈال کر) مردہ زمین کو حیاتِ نو عطا
کرتا ہے ارباب عقل کے لئے ابر و برق میں اسباق (قوت و ہیبت)
موجود ہیں۔

نائٹروجن بارود سازی کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اندازہ یہ ہے
کہ اس سلسلے میں ہر سال ایک ارب ٹن نائٹروجن صرف ہوتی ہے۔ پہلی جنگِ
عظیم کے آغاز میں جب جرمنوں نے چلی[1] (CHILLE) کی نائٹروجنی
کانوں پر قبضہ کر لیا تھا تو اتحادیوں کو چند ماہ تک سخت پریشانی رہی تھی۔

جرمنی کے ایک عالم فطرت ہیبر (HABER) نے کیمیائی عمل سے
نائٹروجن اور ہائیڈروجن تیار کرنے کے لئے ایک اتنا بڑا کارخانہ لیونا ورک
(LEUNAWERK) میں جاری کیا جس کی تعمیر پر پچاس لاکھ پونڈ صرف
ہوئے۔ اس میں گیارہ ہزار مزدور دو ہزار پانچ سو صناع اور ایک سو پچیس
علمائے کیمیا کام کرتے ہیں اور ہر روز نو ہزار ٹن کوئلہ جلا کرتا ہے۔

زمین کی بالائی سطح

زمین کی بالائی سطح پہاڑوں کے ٹوٹنے سے تیار ہوتی ہے اس شکست و
ریخت کے لئے چار عامل ہمیشہ مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ دریا، بارش، سورج
اور پودے۔ پودوں کی جڑیں سخت سے سخت چٹانوں کو چیر کر رکھ دیتی ہیں۔

---

[1] چلی جنوبی امریکہ میں واقع ہے یہاں کی نائٹروجنی کانیں دنیا میں بہت مشہور ہیں۔

برفانی تودے اور آتش فشاں پہاڑ بھی اس کام میں مدد دیتے ہیں۔ ایک اچھی زمین کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چکنی مٹی، ریت، چونا اور کھاد۔ ان میں سے کوئی چیز انفراداً مفید نہیں لیکن یہ سب مل کر اکسیر ثابت ہوتی ہیں۔ چونے کے بغیر زمین "دِق" میں مبتلا ہو جاتی ہے نیز چونا تیزابی مادے کی شدت کو رفع کر کے زمین کو میٹھا بنا دیتا ہے اگر چونا ضرورت سے زیادہ ڈال دیا جائے تو اس سے فولاد ختم ہو جاتا ہے اور زمین بے جان ہو جاتی ہے۔ چکنی مٹی بھاری اور ٹھنڈی، ریت بھوکی اور خشک ہوتی ہے ان کے امتزاج سے نہایت عمدہ زمین تیار ہوتی ہے۔ چکنی مٹی نمی کو دیر تک روکے رکھتی ہے۔ ریت زمین کے بھاری پن کو دور کر کے اس قابل بنا دیتی ہے کہ اندرون زمین کی گیسیں پودوں کی جڑوں تک باسانی پہنچ سکیں۔ اگر زمین چکنی اور سخت ہوتی تو نہ یہ گیسیں باہر نکل سکتیں اور نہ گندم و جو کے نرم و نازک پودے یوں آسانی سے سر اٹھا سکتے۔

حیرت انگیز نظام

زمین کو چونے کے علاوہ سلفیورک ایسڈ، فاسفورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں عموماً پہاڑوں میں ملتی ہیں۔ اگر ہم خود ان چیزوں کی تلاش میں نکلتے اور کدال لے کر فرہاد کی طرح ہر پہاڑ کھودتے پھرتے تو صدیاں صرف ہو جاتیں اور پھر بھی کوئی مفید نتیجہ نہ نکلتا۔ ہمارے رحمٰن و رحیم پروردگار نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ پہاڑوں پر برف

جمع کر دی جو پگھل کر پہاڑی شگافوں میں چلی گئی اور جب یہ پانی چشمہ بن کر کہیں سے نکلا تو پوٹاش اور سلفر وغیرہ کی ایک دُنیا ہمراہ لے آیا یہ چشمے دریا بنے اور دریا نہروں میں بٹ کر ہمارے کھیتوں میں پہنچے اور اِس طرح ہماری ایک اہم ضرورت پوری ہوگئی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۝

(سورۃ الزمر۔ آیت ۲۱)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے فضائی بلندیوں سے پانی اُتارا جو زمین کی درزوں میں داخل ہو کر پھر چشموں کی صورت میں باہر نکلا اور ان چشموں سے (جن میں مختلف عناصر شامل تھے) رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں۔

نر و مادہ

عموماً ایک پھول کے دو حصے ہوتے ہیں۔ نر و مادہ۔ جب تک مادہ نر سے حاملہ نہ ہو وہ پھل یا بیج کی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ پھول کے نر حصے میں ایک غبار سا ہوتا ہے جسے انگریزی میں پولن (POLLEN) اور اردو میں مادہ منویہ کہتے ہیں اور حصہ مؤنث پر چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں۔ جب مادہ منویہ کا کوئی ذرہ ان بالوں پر گرتا ہے تو اُسے یہ پھانس لیتے ہیں اور اِس طرح مادہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بعض پودوں مثلاً ہیزل (HAZEL) کے ساتھ نر و مادہ پھول علیحدہ

علیحدہ لیکن ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ نر نیچے کو جھکا ہوا ہوتا ہے اور مؤنث پھول اُوپر کو اُٹھا ہوا، مقصد یہ کہ اگر نر کا مادہ منویہ گرے تو مادہ محروم نہ رہے۔

بعض ایسے پودے بھی ملتے ہیں، جن کے نر و مادہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ نر کا غبار مادہ تک پہنچانے کا کام شہد کی مکھیاں، بھونرے اور تتلیاں سرانجام دیتی ہیں ان پودوں کے ساتھ نہایت حسین پھول لگتے ہیں، جن کی خوشبو اور رنگت ان بھونروں اور مکھیوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جب یہ نر پر بیٹھتی ہیں تو اُن کی ٹانگوں اور پروں کے ساتھ غبارِ منویہ چمٹ جاتا ہے اور پھر جب مادہ پھول پر بیٹھتی ہیں تو اُس غبار کا کچھ حصہ وہیں رہ جاتا ہے اور اِس طرح یہ پھول حاملہ ہو جاتے ہیں۔

بعض اشجار مثلاً چیل وغیرہ کے پھول نہ تو خوشبودار ہوتے ہیں اور نہ خوبصورت اس لئے وہ بتیریوں اور مکھیوں کو نہیں کھینچ سکتے۔ اِس لئے یہاں ہوا سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوا نر درخت کا غبار اُڑا کر مادہ تک پہنچا دیتی ہے۔ چونکہ ہواؤں کا رُخ بدلتا رہتا ہے اور اِس غبار کی ایک کثیر مقدار ضائع ہو جاتی ہے اِس لئے ایسے درختوں پر غبارِ منویہ بہت زیادہ مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ضائع ہونے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہے۔

چیل، دیودار اور دیگر پہاڑی اشجار ہماری معاشرت کا جزوِ اعظم ہیں۔ اگر پہاڑوں پر ہوائیں نہ چلتیں تو مادہ پھول حاملہ نہ ہو سکتے۔ نتیجہ یہ کہ بیج تیار نہ ہوتے اور یہ ہرے بھرے پہاڑ جو آج جنتِ نظر بنے ہوئے ہیں، کھانے کو دوڑتے، غور فرمایئے کہ ہوا کا وسیع و عریض کرّہ انسانی خدمت میں کس اِنہماک

سے مصروف ہے۔ شاعر نے اِس سے قاصد کا کام لیا، دِہقان نے سقّے کا اور اشجار نے دایہ کا۔ سچّ ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ○

(سورۃ الحجر۔ آیت ۲۲)

ہم نے ایسی ہوائیں چلائیں جو غبارِ منویہ سے لدی ہوئی تھیں[1]۔

مغرب کے عُلمائے نباتات نے صدیوں کی تلاش و جُستجُو کے بعد نباتات میں نر و مادہ کا نظریہ قائم کیا اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آج سے ۱۳۶۲ سال پہلے بہ بانگِ دہل اعلان کیا تھا۔

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ ○

(سورۃ الذّاریٰت۔ آیت ۴۹)

ہر چیز سے ہم نے نر و مادہ جوڑے پیدا کیے۔

قرآنِ حکیم کے اِلہامی ہونے پر اِس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ اِس تاریک ترین زمانے میں رسولِ عربیؐ فداہ ابی وامّی نے ایک ایسی حقیقت سے پردہ اُٹھایا جسے آج جدید ترین اور ماڈرن نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے ایک ہندو پروفیسر دوست سے

---

[1] لَوَاقِح کا مادہ لَقح ہے جس کے معنی ہیں (۱) لَقح۔ لَقحا و القح ۔ حاملہ بنانا۔ ٹیکہ کرنا (۲) اَلقاح درختوں کو حاملہ بنانا (۳) لَقح و لَقاح کھجور کے نر درختوں کا غبارِ منویہ (POLLEN OF MALE PALM TREES) الفرائد دریہ ص ۲۸۴ پر مذکور ہے۔ لَوَاقِح کا دُوسرا مفہوم (بخارات آبی سے لدا ہوا ہونا) صاف ہے۔

(جس کی ساری زندگی نباتات کی چھان بین میں بسر ہوئی تھی) ذکر کیا کہ پودوں میں نر و مادہ کا نظریہ قرآن میں موجود ہے۔ وہ کہنے لگا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک ایک پرانی کتاب ہے اور یہ نظریہ بالکل تازہ ہے۔ جب میں پکتھال کے انگریزی ترجمے سے آیتِ بالا کا ترجمہ نکال کر اسے دکھلایا تو وہ کہنے لگا اگر مجھے اطمینان ہو گیا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے اور پکتھال کا ترجمہ بھی درست ہے تو میں قرآن کی صداقت کا علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کر دوں گا اور رسولِ عربی کی ثنا و تمجید سے مجھے کوئی خیال نہیں روک سکے گا۔

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنۢبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ۝

(سورۃ الحج۔ آیت ۵)

تم دیکھتے ہو کہ پہلے زمین پیاسی ہوتی ہے پھر جب ہم بارش برساتے ہیں تو وہ خوش ہوتی ہے اس کے قوائے نمو بیدار ہوتے ہیں اور وہ خوش نما اشجار و ازہار کے جوڑے (نر و مادہ) اگانے لگ پڑتی ہے۔

درخت

درخت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں اور یہ زندگی میں ہمارے شریک ہیں یہ ہماری طرح کھاتے ہیں، سانس لیتے ہیں، بڑھتے اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ ان کی مشینری انسانی بدن کی مشین سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہماری طرح یہ بھی کش مکشِ حیات میں الجھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف حیرت انگیز نظام سے جنگ کرتے ہیں۔ بڑے درخت کے سائے میں چھوٹا پودا نہیں

بڑھ سکتا۔ دو درخت قریب قریب لگا دو تو وہ ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر کمزور و نحیف ہو جائیں گے۔ یہ حقائق صاف صاف اعلان ہیں اس امر کا کہ دنیا میں حقِّ بقا صرف طاقتور[1] کو حاصل ہے اور کمزور (کاہل، بداخلاق، منافق، جھوٹے، بدعہد، بدقول، مکار و عیار وغیرہ وغیرہ) کو یقیناً میٹ دیا جائے گا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾

(سورۃ الانبیاء۔ آیت ۱۰۵)

قوانینِ موت و حیات کی تفصیل کے بعد ہم نے زبور میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ زمین کی وارث صرف وہی اقوام ہوں گی جن میں زندگی کی صلاحیت ہوگی۔

تنوعِ اشجار

جس طرح انسانوں میں بعض بہادر، بعض بزدل، بعض چست اور بعض سست ہوتے ہیں اسی طرح کا تنوع نباتات میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنبیلی حسین و نازک ہے، آک بھدا ہے۔ سرو سڈول ہے، پُھلاہی بے ڈول ہے، کھبل[2] اور گوکھرو ضدی ہیں کہ جتنا اکھیڑو اتنا ہی پھیلتے ہیں ایک پودا اتنا حسّاس ہوتا ہے کہ موجِ نفس سے مرجھا جاتا ہے۔

---

[1] طاقتور سے مراد لٹھ باز نہیں، بلکہ ایسی قوم ہے جو اسلحہ قوت (دولتِ علم، اخلاقِ فاضلہ، عدل و احسان اور متاعِ ارضی وغیرہ) سے مسلح ہو۔

[2] گھاس کی ایک قسم

اہمیتِ نباتات

دُنیا کا تمام تر حُسن نباتات سے ہے۔ یہ سیرگاہیں، یہ چراگاہیں، یہ گلگشتیں، یہ روِشیں اور یہ چمن سُونے پڑ جاتے اگر نباتات کا حُسن دُنیا کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ نباتات ہی کے دم سے اِنسانی وحیوانی زِندگی کی بہار قائم ہے۔ گندم، جو، چاول، پھل، کوکو، کافی، بیر، شربت اور شراب نباتات سے حاصل ہوتے ہیں۔ دُودھ، شکر، گھی اور شہد نباتات کی بدولت ہیں تمہارے کپڑے نباتات کا کرِشمہ ہیں۔ ربڑ (جو ہماری معاشرت کا ضروری جُزو بن چکا ہے) درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پٹرول کوئلے کا پسینہ اور کوئلہ مدفون جنگلوں[1] کا دُوسرا نام۔ کوئلہ ایک زہر ہے۔ اگر کسی کمرے میں صِرف پاؤ بھر کوئلہ جلا کر دروازے بند کردیئے جائیں تو نِصف گھنٹے میں اندر کے تمام آدمی دُوسری دُنیا کو سُدھار جائیں۔ غور فرمایئے کہ اِس سیاہ موت (کوئلہ) کے اِستعمال سے قومیں آج کس قدر طاقتور بنی ہوئی ہیں۔ اِن کی سطوت و ہیبت کی دھاک بندھی ہوئی ہے اور دُوسری طرف وہ قومیں کس قدر ذلیل وضعیف ہیں جو کوئلے کے اِستعمال سے ناواقف ہیں۔

کوئلہ صُورت کے لِحاظ سے نہایت مکروہ اور اثر کے لِحاظ سے موت ہے لیکن اِس کے اِستعمال سے مُردہ اقوام زِندہ ہورہی ہیں۔ سچ ہے:

---

[1] بہت قدیم زمانے میں کسی زلزلے وغیرہ کی وجہ سے جنگل زمین کے نیچے دب گئے تھے۔ لاکھوں سال کے بعد آج یہ درخت کوئلے کی صُورت میں نکالے جارہے ہیں۔ (برقؔ)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ○

(سورۂ یونس۔ آیت ۳۱)

موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا کرنا اللہ کے ہاں از بس آسان ہے۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نباتات ہمارے لئے نہ صرف مدارِ حیات ہیں بلکہ وہ ہماری معاشرت اور تمدن تک کا جزو بن چکے ہیں۔ بعض مواقع پر پودے یوں بھیس بدل کر سامنے آتے ہیں کہ پہچانے نہیں جاتے۔ غسل خانے میں تم بدن کو صابن سے صاف کر رہے ہو، جانتے ہو یہ صابن کہاں سے آیا؟ نباتاتی تیلوں سے تیار ہوا۔ بہ دیگر الفاظ تم صابن استعمال نہیں کر رہے ہو بلکہ جسم پر ایک درخت رگڑ رہے ہو۔ ہماری یہ سلک کی قمیض یہ ململ کی پگڑی اور یہ لٹھے کا پاجامہ دراصل ایک چھوٹا سا جنگل ہے، یہ الماری میں سجی ہوئی کتابیں ایک بیشہ ہیں، یہ اخبارات، رسائل، لفافے، ٹکٹ اور اشتہارات وہ درخت ہیں جنہیں مزدور کاٹ کر کارخانوں میں کاغذ بنانے کے لئے لے گئے تھے۔ امریکہ میں روزانہ اخبارات[1] کی تعدادِ اشاعت ۱۱،۲۰،۰۰،۰۰۰ ہے۔ جانتے ہو اس قدر کاغذ پر کس قدر درخت صرف ہوئے ہونگے؟ پندرہ ایکڑ جنگل۔ جب تم کوئی اخبار خریدو تو واقعاتِ عالم پڑھنے کے علاوہ اس چھوٹے سے درخت کی خاموش کہانی بھی سن لیا کرو جو کاغذ کے پردے میں اپنی داستان سنا رہا ہوتا ہے۔ اس قلب ماہیت پر ایک شعر یاد آگیا۔ شاعر کسی انگورستان سے گزرتا ہے۔ بیلوں کے ساتھ عنابی گچھے لگے ہوئے ہیں ایک طرف ایک درخت کے نیچے شراب کا

---

[1] امریکہ کا صرف ایک ماہنامہ "ریڈرز ڈائجسٹ" چالیس لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ (مدیر البیان)

ایک مٹکا پڑا ہوا ہے۔ شاعر کا تخیّل ماضی کی سُہانی فضاؤں کو چیرتا ہوا فرہاد و شیریں کے عہد تک جا پہنچتا ہے یہ پرستارانِ محبّت جب مر گئے تھے تو رفتہ رفتہ اُن کے اجسام خاک بن گئے تھے یہ خاک کہیں کھاد بن کر شاخِ انگور کی غذا بنی اور کہیں اِس سے اینٹیں اور مٹکے تیار کیے گئے۔

خونِ دلِ شیریں است ایں مے کہ زرز نوشی
خاکِ تنِ فرہاد است ایں خم کہ نہد دہقاں
(خاقانی)

حکایت

۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ شاہی مسجد کی طرف جا رہا تھا کہ راہ میں ایک برہنہ مجذوب پر نظر پڑی، جو تمام راہگیروں کو چلّا چلّا کر بلا رہا تھا کہ آؤ تمہیں ایک کام کی بات بتاؤں۔ جب ہم پچاس ساٹھ آدمی جمع ہو گئے تو ایک عظیم الشّان عمارت کی طرف اِشارہ کر کے پُوچھنے لگا۔

"جانتے ہو یہ محل دراصل کیا ہے؟"

اِس کے بعد یہ شعر پڑھا اور چلا گیا:

ہر آں پارہ خشتے کہ در منظرے است
سرِ کیقبادے و دا سکندرے است

اِسی مضمون کو غالبؔ نے یُوں ادا کیا ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گُل میں نُمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صُورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

حضرت بایزید بسطامیؒ کی طرف یہ رُباعی منسوب کی جاتی ہے:

ہر ذرّہ کہ بر روئے زمینے بُود اَست
خُورشید رُخے زہرہ جبینے بُود اَست
گرد اَز رُخِ نازنیں یارم مفشاں
کاں ہم رُخ خُوب نازینے بُود اَست

اَنکیانو[1] کے دربار میں شیخ سعدیؒ نے ایک قصیدہ پڑھا تھا اُس کے دو اَشعار مُلاحظہ ہوں۔

گُل فرزندِ آدم خشت گردید
نَمی جنبد دِل فرزندِ آدم
بسا خاکا بزیر پائے ناداں
کہ گر بازش کُنی دست اَست و معصم

اَلغرض سمندر کے اِبتدائی صدفی جانور آج چُونا بن کر نِکلے، درخت کوئلہ بن گئے۔ اِنسان کی مٹّی اینٹ اَور پُھول بن رہی ہے اَور اللہ جانے یہ دُنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

(سُورۃ الواقعہ۔ آیت ۶۰ تا ۶۱)

ہم نے مَوت کا سِلسِلہ جاری کر رکھا ہے اَور ہمیں کوئی نہیں روک سکتا کہ

---

[1] زوالِ عباسیہ کے بعد اباقا خان (ہلاکو خان کا بیٹا اور چنگیز کا پوتا) نے اَنکیانو کو صوبہ فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔ (برق)

تمہاری نابیئتیں بدل دیں اور تمہیں ایک ایسی صورت میں پیدا کریں جس کا تمہیں قطعاً علم نہیں۔

دریا بہ حباب اندر

ہندوستان میں بہت سی ایسی بوٹیاں موجود ہیں جن کے بیج خشخاش سے بیس گنا چھوٹے ہوتے ہیں قدرت نے اِن باریک انڈوں میں مندرجہ ذیل اشیاء چھپا رکھی ہیں (۱) دو جڑے ہوئے پتے (۲) ایک ڈوڈی جو جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے (۳) ایک گرہ سی جو ڈنڈی بنتی ہے اور (۴) جڑ پکڑنے سے پہلے چند ایام کی غذا۔

غور فرمایئے کہ یہ ننھا سا بیج کس قدر پیچیدہ مشین ہے اور کمالِ تخلیق ملاحظہ ہو کہ ایک باریک سا ذرہ پودا اور درخت دامن میں لئے بیٹھا ہے اگر اتنا باریک ذرہ پورا درخت بننے کی اِستعداد رکھتا ہے تو اندازہ لگایئے کہ اگر اِنسان کچھ بننے پر تُل جائے تو وہ کیا کچھ نہیں بن سکتا!

تُو ہی ناداں! چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے
(اقبالؔ)

میزانِ عدل

سردی میں جنگل سے لکڑہارے کی کلہاڑی کی صدا سُنائی دیتی ہے۔ کتنی بے رحمی سے درختوں کو کاٹتا ہے۔ اگلے سال بہار میں جا کر دیکھو تو وُہی مقام پھول دار پودوں سے پٹا پڑا ہوگا۔ یہ کیوں؟ اِس لئے کہ ہوائیں اور

پرندے اِدھر اُدھر سے بیج لے آیا کرتے تھے۔ لیکن پہلے روشنی کم ہونے کی وجہ سے اُگ نہ سکتے تھے۔ اب جوں ہی میدان صاف ہُوا، یہ جگہ سبزہ زار بن گئی فطرت کا دستور ہے کہ وہ ہر ایک چیز لے کر دُوسری عطا کر دیتی ہے اندھا آنکھیں کھو کر زبردست قُوّتِ سمع سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ مُرغابیوں کی دُم چھوٹی لیکن گردن لمبی ہوتی ہے۔ جاہل کا دماغ غیر تربیّت یافتہ، لیکن وہ جسمانی طاقت میں بڑھا ہُوا ہوتا ہے۔ عالم کا دماغ اعلیٰ لیکن جسم نحیف و ضعیف ہوتا ہے۔ دولت والے علم سے اور علم والے دولت سے محرُوم رہتے ہیں۔ اگر شہر میں کوئی قوم (آج کے مُسلمانوں کی طرح) سہل انگاری و تغافل شعاری کی وجہ سے صلاحیّتِ حیات کھو بیٹھے تو قُدرت اُسے میٹ کر کسی اور قوم کو وارثِ زمین بنا دیتی ہے۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ○

(سُورۃ محمد۔ آیت ۳۸)

اگر تُم نے آئینِ حیات سے مُنہ پھیر لیا تو یہ زمین کسی اور قوم کے قبضے میں دے دی جائے گی۔

نظامِ رُوئیدگی

بہ لحاظِ رُوئیدگی پودوں کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جن کے بیج میں سے دو پتے نکلتے ہیں۔ مثلاً درخت، دوم، جن سے صرف ایک پتّا نکلتا ہے۔ یہ ابتدائی دو پتّے پودے کی غذا کا خزانہ ہوتے ہیں اور ماں کے دو پستانوں کا کام دیتے ہیں۔ جب پودا جڑ پکڑ جائے تو یہ پتّے سُوکھ جاتے ہیں۔

نَباتات کی ترکیب خلیوں (CELLS) سے ہوتی ہے۔ ہر خلیے کی بیرونی دیوار آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربن کے مرکب سے تیار ہوتی ہے۔ جڑ کے آخری کنارے پر سخت خلیے کی ایک ٹوپی چڑھی ہوئی ہوتی ہے جو سخت چٹانوں تک کو چیر کر نکل جاتی ہے۔ جب یہ ٹوپی گھس جاتی ہے تو نئی بدل دی جاتی ہے ہر پودے میں ایک رنگ دہ مادّہ ہوتا ہے، جسے انگریزی میں کلوروفِل (CHILOROPHYLL) کہتے ہیں۔ یہ سورج کی روشنی سے تیار ہوتا ہے اور اس کی بدولت پودوں کو سبز رنگ ملتا ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ فضا سے کاربن لے کر اُسے شکر و نشاستہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔

شانِ ربُوبیّت

پودے کی نشوونما کے لئے نمی، ہوا، گرمی اور چند عناصر مثلاً فاسفورس، پوٹاش اور نائٹروجن وغیرہ درکار ہوتے ہیں۔ یہ عناصر پانی میں حل شدہ ہوتے ہیں جنہیں پودا جڑوں سے جذب کرتا ہے چونکہ پانی میں ان عناصر کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اس لئے پودوں کو زیادہ مقدارِ آب کی ضرورت ہوتی ہے۔ پودے ان عناصر کو جزوِ حیات بنا لیتے ہیں اور فالتو پانی کو بذریعہ تبخیر باہر نکال دیتے ہیں۔ ایک ایکڑ زمین میں پھولوں کے پودے ایک سال میں دو ہزار ٹن پانی تبخیر سے خارج کرتے ہیں۔

ہم ریلوے اسٹیشنوں اور بڑے بڑے شہروں میں دیکھتے ہیں کہ کنوئیں کا پانی انجن کے ذریعے کئی سو فٹ کی بلندی پر ٹینکوں میں پہنچایا جاتا ہے اور

دُوسری طرف پودوں کی جڑیں زمین کی گہرائیوں سے پانی نِکال کر درخت کی آخری بُلندی تک پُہنچا رہی ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کششِ ارضی کے خِلاف یہ عمل کیسے ہو رہا ہے؟ تو گزارش ہے کہ یہاں "سطحی دباؤ" (SURFACE TENSION) کا قانون کام کر رہا ہے۔ اگر ہم شیشے کی ایک بارِیک نَلی کو پانی میں ڈال دیں تو سطحی دباؤ سے پانی اِس نالی میں کافی اُوپر چڑھ جائے گا۔ درختوں کی جڑیں بارِیک کھوکھلی نالیاں ہیں جو پانی کو کھینچ کر درخت کی چوٹی تک پُہنچا رہی ہیں۔ غور فرمایئے کہ اللہ سُبحانہٗ نے نباتات کو زِندہ رکھنے کے لیئے کیا احسن، اکمل اور انسب اِنتظام کر رکھا ہے اگر آج اللہ صِرف سطحی قانون کے دباؤ کو مُعطّل کر دے تو تمام نباتات سوکھ جائیں اور زِندگی کا کہیں نِشان تک نہ رہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۝

(سُورۃ الانعام۔ آیت ۱۰۲)

یہ ہے تُمہارا پروردگار جس کی نظیر کہیں موجود نہیں یہ تخلیق و تکرین کے مُعجزات اِس کی صَنعت کاریاں ہیں اور صِرف وُہی قابلِ عِبادت ہے، سو اُسی کی غُلامی کرو۔

اوراقِ اشجار

درختوں کے ساتھ پتّے محض زیبائش کے لئے نہیں بلکہ اِن کا عمل کچھ اور بھی ہے۔ ہر پتّے میں چھوٹے چھوٹے مسام ہوتے ہیں جن کے ذریعہ پودا سانس لیتا ہے۔ حیوانات کی پیدا کی ہُوئی زہر (کاربن) کو آکسیجن کے ساتھ

اَندر لے جاتا ہے۔ کاربن کو جُزوِ حیات بنالیتا ہے اور آکسیجن کو باہر نکال دیتا ہے۔ یہ مسام رات کو بند ہو جاتے ہیں۔ گویا رات کو پودے بھی سو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی درخت سُورج کی روشنی سے دیر تک محرُوم رہے تو تنفّس گھٹ جانے کی وجہ سے وہ مر جاتا ہے۔ بعض پودے سردیوں میں کملا جاتے ہیں اِس لئے کہ سرما کی طویل راتوں میں اُن کا دم دیر تک گھٹا رہتا ہے۔ بعض پودوں (قُطبِ شمالی و جنُوبی کے نزدیک) کی مشینری قدرے مختلف ہوتی ہے اور اُن پر لمبی راتوں کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

نباتات کاربن کو شکّر و نشاستہ میں تبدیل کر کے سردیوں کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور کچھ بیج بنانے کے لئے بچا رکھتے ہیں۔ چونکہ نشاستہ پانی میں پُوری طرح حل ہو کر درخت کے مُختلف حِصّوں تک نہیں پہنچ سکتا، اِس لئے پودے اِس نشاستے کو شکّر میں تبدیل کرتے ہیں اور پھر اِس شکر کو پانی میں مِلا کر اِدھر اُدھر بھیج دیتے ہیں منزلِ مقصود پر پہنچ کر یہ شکر پھر نشاستے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

بعض پودوں کے پتّے رات کو سمٹ جاتے ہیں تاکہ آفتاب سے حاصل کردہ حرارت کو رات کی ٹھنڈی ہواؤں سے بچایا جائے۔ ایک برہنہ فقیر سردی کی رات میں سُکڑ کر بیٹھتا یا لیٹتا ہے تاکہ جسمانی حرارت ضائع نہ ہو۔

پتّوں کی مُختلف شکلیں بلحاظِ ضرُورت ہیں۔ کسی درخت کو حرارتِ آفتاب کی زیادہ ضرُورت تھی تو اُسے پتلے پتّے دیئے گئے تاکہ زیادہ حرارت جذب کر سکیں اور بعض کو زیادہ روشنی کی ضرُورت نہ تھی۔ اُنہیں موٹے اور بھدّے پتّے دیئے گئے بعض پتّوں پر کانٹے ہوتے ہیں اور بعض زہر سا نکالتے ہیں۔ یہ

غالباً اِن مُفید پودوں کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ہے۔ ہماری چائے بھی ایک پودے کے پتّوں کا نام[1] ہے۔ تمباکو کا پتّا مُختلف عناصر و معادِن، زمین و ہوا سے جذب کرتا ہے۔ اِسی لئے اِسے ایک خاص شکل دی گئی۔ بعض عُلمائے نباتات کے ہاں اَثمار کا تنوّع، تنوّعِ اوراق کا نتیجہ ہے۔

اَلغرض ہر پتّا ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ قُدرت کے یہ اَرب در اَرب کارخانے نہایت خامُوشی سے چل رہے ہیں اور ہماری غِذا تیار کرنے میں شب و روز مصرُوف ہیں۔ اِنسان کس قدر ناشکرا ہے کہ تمام کائنات کی خِدمات سے مُستفید ہوتے ہُوئے بھی اپنے فرائض کی طرف متوجّہ نہیں ہوتا۔ ساڑھے نو کروڑ میل کی مُسافت سے سُورج کی کرنیں آتی ہیں جو بُخاراتِ آبی کو ہوا کے کندھوں پر لادتی ہیں۔ بجلیاں چمک چمک کر زمین کی نس نس میں خُونِ حیات دوڑاتی ہیں۔ بُوندیں فضائی نائٹروجن کا بیش بہا ذخیرہ ہماری کھیتیوں میں پہنچاتی ہیں۔ چشمے اَندرونِ جبال سے مُعادِن کی ایک دُنیا ہمراہ لئے ہماری زمینوں کی طرف بڑھتے ہیں۔ جڑیں ذخائرِ ارضی کو جذب کر کے جُزوِ نباتات بناتی ہیں اور تب کہیں جا کر ہمیں غذا میسّر ہوتی ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ

---

[1] ہندوستان نے چائے نوشی کا سبق چین سے لیا۔ پہلے ہم چین سے چائے منگواتے تھے۔ گزشتہ اسّی سال سے آسام میں بھی اِس کی کاشت ہو رہی ہے۔ آج کل صِرف آسام سے ہر سال دو لاکھ ٹن چائے اِنگلستان کو بھیجی جاتی ہے اور چین سے صِرف اڑھائی ہزار ٹن منگوائی جاتی ہے۔ (برقؔ)

صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾
وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾
وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

(سورۃ عبس۔ آیت ۲۴ تا ۳۲)

ذرا اپنی غذا پر تو غور کرو، ہم نے پہلے بارش برسائی اور پھر زمین کا پیٹ چیرا اور اُس سے غلے، انگور، ترکاری، زیتون، کھجوریں، گھنے باغات، پھل اور چارہ پیدا کیا اور یہ سب اشیاء تمہارے لئے اور تمہارے حیوانات کے لئے متاعِ حیات ہیں۔

مُہیب نگرانی

پودوں کے اجزائے تکوینی نباتیے کہلاتے ہیں۔ یہ نباتیہ کہیں پتے بن رہا ہے اور کہیں ٹہنیاں، کہیں رنگ اور کہیں خوشبو، کہیں پھول اور کہیں پھل۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ چند نباتیے سازش کر کے پھول کی جگہ پھل تیار کر دیں اور کیلے کے درخت کے ساتھ کہیں آم اور کہیں سیب لگاتے پھریں۔

اوراقِ گذشتہ میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر بیج میں دو گرہیں سی ہوتی ہیں، جن میں سے ایک ڈنڈی بن کر باہر نکلتی ہے اور دوسری جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے۔ آپ بیج کو کسی شکل میں دبائیں، جڑ والی گرہ اوپر اور دوسری نیچے کر دیں نتیجہ وہی ہو گا کہ شاخ اوپر کو جائے گی اور جڑ نیچے کو، یہ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کی جہاں بیں نگاہ سے کوئی چیز خواہ وہ ہمالیہ کی عمیق و عریض وادیوں میں ہو، یا افلاک کی وسعتوں میں غائب نہیں۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ○

(سورۃ سبا۔ آیت ۳)

زمین اور آسمانوں میں ایک ذرّہ تک اللہ کی نگاہ سے غائب نہیں۔

دُوسری جگہ ارشاد ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۵۵)

اللہ کا تخت سلطنتِ ارض و سما کو محیط ہے (کائنات کی ہر شے اُس کی مہیب نگرانی میں ہے) اور وہ اُس نگرانی سے گھبراتا نہیں (اس لئے کہ اگر وہ نگرانی کو ڈھیلا کر دے تو ہر جگہ بدنظمی پھیل جائے۔ بدنظمی وہیں پھیلتی ہے جہاں قابلیتِ انتظام مفقود ہو۔ یہ فقدان قابلیت برائی کی علامت نہیں نالائقی کی نشانی ہے۔ اللہ کی سلطنت میں بدنظمی کیونکر پھیل سکتی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بلند و ارفع ہے اور اس کی ذات الزام بدنظمی سے بہت بالا ہے۔

جذبۂ افزائشِ نسل

جب کوئی پودا قد و قامت میں مکمل ہو چکتا ہے تو اُس میں ایک حسین تغیّر آجاتا ہے وُہی نباتیے، جو اب تک شاخ و برگ بن رہے تھے غنچوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، غنچے پھول بن جاتے ہیں اور پھول بیج یعنی انڈے۔ افزائشِ نسل کا جذبہ حیوانات و نباتات ہر دو میں نہایت شدّ و مد کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

بیج نباتات کے انڈے ہیں، اِس لئے حفاظت کی خاطر اُنہیں غلافوں،

حجابوں اور سخت کیسوں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ اِن میں جو بیج اِنسانی غذا تھے مثلاً مٹر، لوبیا، چلغوزہ وغیرہ۔ اِن کی بہت زیادہ حفاظت نہ کی گئی۔ بلکہ اِنہیں معمولی چھلکوں میں رکھا گیا تاکہ ''لاڈلے'' اِنسان کو نکالنے میں تکلیف نہ ہو۔ بعض مفید درختوں مثلاً سیب، سنگترہ مالٹا وغیرہ بیج تعداد میں کم تھے، اِس لئے اُنہیں تلخ و تُرش بنا دِیا، تاکہ اِنسان اُنہیں کھا نہ جائے اور نسل کا خاتمہ نہ ہو جائے، بعض بیج ہماری یومیہ غذا تھے مثلاً گندم، مکئی باجرہ وغیرہ تو قُدرت نے اِن کو بہ افراط پیدا کیا تاکہ اِنسانی اِستعمال کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہیں۔

گندم، جو اور اِس قسم کی چند دِیگر فصلیں صِرف چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہیں حالانکہ آم کا درخت سات آٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ فطرت اِن پودوں کے کان میں چُپکے سے یہ بات ڈال دیتی ہے۔ وہ دیکھو دہقان درانتی لئے آرہا ہے جلدی کرو، بڑھو، پُھولو اور انڈے زمین پر بکھیرنے کے بعد چلتے بنو۔

امریکہ میں زقّوم کی شکل کا ایک درخت جو اگیوا (AGEVA) کے نام سے مشہُور ہے اسّی (۸۰) سال میں جوان ہُوا کرتا ہے۔ یہ سُست رفتاری اِس لئے کہ گندم و جو کی طرح اِس کو دہقان کی درانتی کا ڈر نہ تھا۔ اِس لئے مزے مزے سے بڑھتا تھا اب بعض مقامات پر کچھ عرصے سے یہ ایندھن کے طور پر اِستعمال ہونے لگا ہے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اِن مقامات پر وُہی سُست درخت صِرف آٹھ دس سال میں جوان ہونے لگ گیا۔ یہ کیُوں۔ قُدرت نے اِس کے کان میں کہہ دِیا:

"تیرے دُشمن بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اب سُستی چھوڑ دے اور جلدی جلدی بڑھ!"

ایک ہوشیار مالی جب دیکھتا ہے کہ شہتوت کا درخت آٹھ سال کے طویل اِنتظار کے بعد پھل دینا شروع کرے گا تو وہ اُس کی شاخوں کو کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ درخت ڈر جاتا ہے کہ کہیں مِٹ ہی نہ جائے۔ اِس لئے وہ جلدی جلدی بڑھنا شروع کر دیتا ہے تا کہ مرنے سے پہلے نسل کی بُنیاد ڈال جائے۔

نباتات کے اِس منظر میں ہمارے لئے یہ سبق پنہاں ہے کہ سُست اقوام کی رفتار کو تیز کرنے، اُنہیں مُفیدِ خلائق بنانے اور اُن کے ضُعف کو قُوّت سے بدلنے کے لئے تلوار کا اِستعمال ازبس ضروری ہے مُسلمان تمام عالم کے نظم و نسق اور اقوام و مِلل کی بہتری و برتری کا ذِمّہ دار بن کر آیا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ○

(سُورۃ آلِ عِمران۔ آیت ۱۱۰)

تم ایک بہترین اُمّت ہو جسے اقوامِ عالم کی بہبُود پر مُقرّر کیا گیا ہے۔

اِس لئے کہ اِس کا فرض ہے کہ وہ دِل کھول کر تلوار کا اِستعمال کرے۔ ظُلم و عدوان ہو اور جُور و عِصیاں کو مِٹا کر رکھ دے تا کہ دُنیا میں اَمن و آشتی کی لذّت سے آشنا ہو جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔ میں کہتا ہُوں اگر ایسا ہُوا ہے تو بہت اچھا ہُوا ہے۔ آج کروڑوں بندگانِ خُدا کو تجارتی منڈیوں اور نوآبادیوں کے لئے تباہ کِیا جا رہا ہے۔ گذشتہ جنگِ عظیم بھی کُچھ ایسے ہی ذلیل مقاصد کے لئے لڑی گئی تھی۔ اگر آج تجارت دولت، دُنیوی برتری،

نوآبادیوں اور تیل کے چشموں کی خاطر تلوار کا اِستعمال کیا جا رہا ہے اور اِس میں آپ کو کوئی بُرائی نظر نہیں آتی تو اِسلامی تلوار کے اِستعمال پر آپ کیوں نعل در آتش ہوں کہ جس کا مقصد تیل کے چشمے اور ربڑ کے جنگل نہ تھے، بلکہ نیکی کی ترویج اور بدی کا اِستیصال تھا۔ اربابِ ظُلم کی ہلاکت اور عدل و اِنصاف کا احیاء تھا۔ فِتنہ و شر کا خاتمہ اور امن و آشتی کا قیام تھا۔ مبارک ہے وہ تلوار جو اِس قدر بُلند مقصد کے لئے اُٹھائی جائے، رسول اللہؐ کے اِس اعلان کو کبھی نہ بھولے گا:

بعثت بالسيف بين يدى الساعة (حدیث)

میں قیامت سے ذرا پہلے تلوار دیکر بھیجا گیا ہوں۔

پھولوں کا فرض

پھولوں میں رنگ و بُو اِس لئے ہے کہ وہ بھونرے اور مکھیوں کو اپنی طرف کھینچ سکیں۔ بہ الفاظِ دیگر یہ رنگ و بُو بھونروں کی محنت کا صِلہ ہے جُوں ہی یہ کام (حمل) ختم ہو چکتا ہے۔ پُھول مرجھا جاتے ہیں، اِس لئے کہ وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہوتے ہیں اور ان کا مزید باقی رہنا بے سُود ہوتا ہے۔

اللہ کی حسین سرزمین میں صرف کارآمد و مُفید اقوام باقی رہ سکتی ہیں۔ نِکموں، نااہل، بے اثر عقاید کے پُجاریوں اور اوراد و وظایف کے بہادروں اور بے عمل دُعا گوؤں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ۝

(سُورۃ رعد۔ آیت ۱۷)

صرف مُفید خلایق اقوام و اشیاء دُنیا میں باقی رہتی ہیں۔

مُحبّت کا جنُوں باقی نہیں ہے
مُسلمانوں میں خُوں باقی نہیں ہے
صَفیں کج، دِل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے
(اِقبالؔ)

پھُولوں کی حِفاظت

پھُولوں کو جنگلی جانوروں اور پرندوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قُدرت نے کئی تدابیر اِختیار کیں۔ مثلاً بعض (بادام اور اخروٹ) کے چھلکے سخت بنا دِیئے اور بعض پر کڑوے غلاف چڑھا دِیئے۔ سنگترے اور انار کا چھلکا اِس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ کِسی جانور کو مُنہ ڈالنے کی ہمّت تک نہیں پڑتی۔ قُدرت کا کمالِ صنّاعی دیکھئے کہ زمین وُہی ہے، درخت وُہی ہے اور رس پُہنچانے والی شاخیں وُہی ہیں، لیکن انار کا چھلکا سخت کڑوا اور دانے مِیٹھے ہیں۔ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ چِھلکوں اور دانوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ایک مِٹھاس تیّار کر رہا ہے اور دُوسرا کڑواہٹ۔ یہ دونوں رس پاس پاس ہیں لیکن ایک دُوسرے سے خلط ملط نہیں ہوسکتے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾

(سُورۃ الرّحمٰن۔ آیت ۱۹، ۲۰)

دو دریا (ایک کڑوا ایک مِیٹھا) پاس بہہ رہے ہیں لیکن اِن کے درمیان ایک ایسی دِیوار حائل ہے جِسے پھلانگ کر یہ ایک دُوسرے میں خلط ملط نہیں ہوسکتے۔

اخروٹ اور بادام اُونچے پہاڑوں پر پیدا ہوتے ہیں جہاں برف وغیرہ

کی وَجہ سے مَیدانی جَانور نہیں پُہنچ سکتے۔ یہاں صِرف گلہری چُوہوں کا خطرہ ہوتا ہے اِس لئے اُن کے چِھلکے سخت بنا دِیئے تا کہ چُوہے نُقصان نہ پُہنچا سکیں۔

قُدرَت کا یہ بھی مُنشا تھا کہ بَارور دَرخت کِسی ایک حِصہ زَمین تک مَحدُود نہ رَہیں اِس لئے اُن کی نَسلوں کو دُور دَراز مُمالِک تک پُہنچانے کے لئے کَئی وَسَائل تک اِستِعمَال کیے:

1. ہَوائیں بیج اُڑا کر دُور دَراز مُمالِک میں لے گئیں۔
2. بیج بَرسَاتی نَالوں اَور دَریاؤں میں بَہہ کر دِیگر خِطّوں میں چلے گئے۔
3. چُوہے، کوّے، طوطے، شَارکیں اَور دِیگر پَرندے مِنقاروں میں مَیوے لئے اِدھر اُدھر اُڑ گئے۔
4. آدمِی آموں اَور سیبوں کے ٹوکرے دُوسرے مُمالِک میں لے گئے۔

اِنجیر کا حمَل

اِنجیر کے دَرخت کے سَاتھ پُھول نہیں لگتا۔ معاملہ یُوں ہے کہ اِبتدَائی اِنجیر کے اَندر ایک چھوٹا سا غُنچہ چُھپا ہُوا ہوتا ہے۔ ایک خَاص قِسم کی بِھڑ نَر اَور مَادہ غُنچوں میں اَنڈے دَے جَاتی ہے۔ جَب بچّے نِکلتے ہیں تو نَر اِنجیر کے بَچے مَادہ اِنجیر میں چلے جَاتے ہیں اَور اِس طَرح مَادہ حَاملہ ہو جَاتی ہے۔ فِطرَت کی رَنگینیوں کا کیا کہنا:

حُسنِ بے پرواہ کو اپنی بے حجابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن
(اقبالؔ)

کھجور

صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہُوا ہے جسے طے کرنے لئے اب بھی اُونٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ اِمکان تھا کہ مُسافرِ راہ میں بے توشہ نہ ہو جائیں۔ اِس لئے اِس ریگستان میں ہر طرف کھجُوروں کے درخت اُگا دِیئے اور اُنہیں بُلند قامت بنا دِیا تا کہ یہ قیمتی پھل جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائے۔ نیز قُربِ زمین کی گرمی سے نِسبتاً محفُوظ رہے۔ کھجُوروں کے تنے اِس لئے ریشہ دار اور کھوکھلے بنائے تا کہ تھرموس بوتل کی طرح اندر کی ہوا بیرونی حرارت سے مُتاثر نہ ہو اور پھل خُشک نہ ہو جائے۔ اِنسانی بدن کی مشینری کو دو چیزوں کی سخت ضرُورت رہتی ہے شکر و نشاستہ، یہ ہر دو اجزاء کھجُور میں بہ درجہ کمال موجود ہیں۔

جنگل میں حفاظتِ اثمار کے مسالے کہاں مِل سکتے تھے۔ کیلا صرف ایک ہفتے میں گل سڑ جاتا ہے۔ سیب پلپلا ہو جاتا ہے۔ امرُود میں کیڑے چلنے لگتے ہیں۔ شہتُوت اور لُوکاٹ چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں لیکن کھجُور کو اللہ نے کسی خاص مسالے سے یُوں محفُوظ کر دِیا ہے کہ مہینوں خراب نہ ہو۔

کھجُور کی جڑیں زمین سے دو قسم کا رس چُوستی ہیں، کثیف اور لطیف۔ کثیف رس سے تنا اور شاخیں بنتی ہیں اور لطیف سے پھل۔ پھل کے ہر دانے کے ساتھ

ایک مُصفّی لگا ہوتا ہے جو رس کو مزید صاف کرتا ہے۔ گٹھلی کی ترکیب کچھ لطیف اور کچھ کثیف رس سے ہوتی ہے لیکن گٹھلی کڑوی ہوتی ہے اور چھلکا میٹھا۔ اِن ہر دو کے درمیان ایک پردہ لگا دیا گیا ہے۔ تاکہ تلخی و شیرینی خلط ملط نہ ہو جائیں۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۱۰ تا ۱۱)

یہ زمین اِنسانی رہائش کے لئے تیار کی گئی اور اُس میں (لاڈلے اِنسان کے لئے) میوے اور گچھوں والی کھجوریں ہیں۔

نِشاناتِ منزِل

درخت عموماً راہوں پر اُگتے ہیں، اِس لئے کہ مُسافر پھل کھا کر گٹھلیاں پھینک دیتے ہیں اور وہاں درخت اُگ آتے ہیں جہاں کہیں درخت نظر آتے ہیں اور وہاں راہ موجود نہیں تو سمجھ لو کہ یہاں سے کبھی قافلہ گزرا تھا۔ اہلِ عرب پہلے سِندھ پر حملہ آور ہوئے تھے، اِن کے پاس کھجوریں تھیں۔ جہاں کہیں اُترے، گٹھلیاں پھینکتے گئے، نتیجہ یہ کہ آج سِندھ میں عربی نسل کی کھجوریں میلوں تک دِکھائی دیتی ہیں:

خبر دیتی ہے شوخیِ نقشِ پا کی
ابھی اِس راہ سے گزرا ہے کوئی

سدا بہار درخت

سدا بہار درخت خزاں میں بھی سرسبز رہتے ہیں۔ وجوہات یہ ہیں:

اَوّل بعض دَرختوں کے پتّے چکنے ہوتے ہیں اور اُن پر ایک مومی مواد موجود ہوتا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اِس مواد سے پتّوں کے مَسام سردیوں میں بند ہو جاتے ہیں اور نمی محفوظ رہتی ہے۔ نتیجتاً وہ خشک نہیں ہوتے۔

دوم بعض پتّوں پر سُفید سی اُون ہوتی ہے جو عَملِ تبخیر کو روک کر درختوں کو سرسبز رکھتی ہے۔

سوم نکیلے لَمبے اور تنگ سَطح والے پتّے چوڑے پتّوں کی بہ نسبت سورج کی روشنی سے کم مُتاثّر ہوتے ہیں اور اِن کی نمی زِیادہ ضائع نہیں ہوتی۔ اِس لئے وہ سرسبز رہتے ہیں اگر زیتون اور کھجور کے پتّے چوڑے ہوتے تو خِزاں میں جھڑ جاتے۔

فَوائدِ اَشجار

(۱) درختوں کی جڑیں فالتو پانی کو جذب کر لیتی ہیں، اِس لئے زمین پر دلدل نہیں بن سکتی۔

(۲) درخت اَپنے تنفّس سے فضا کو گرما دیتے ہیں۔ ہوا قدرے لطیف ہو جاتی ہے نتیجتاً قُربِ زمین کے بادل وزنی ہو کر برسنے لگتے ہیں۔

(۳) درختوں کے پت جھڑ سے زمین زرخیز بن جاتی ہے۔

(۴) اَگر پہاڑوں پر درخت نہ ہوتے تو اِرد گرد کی زمینیں برساتی نالوں سے صحرا بن جاتیں اور آج کسی ریگستان میں درخت لگا دِیئے جائیں تو وہ زرخیز ہو جائے گا۔

سِنکونا

سِنکونا (CINCHONA) جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے اِس کے چھلکے سے کونین تیار ہوتی ہے۔ سب سے پہلے یہ راز چند ہسپانوی مہاجرین کو معلوم تھا۔ ۱۶۳۹ء میں پیرو (PERU) کے وائسرائے کی بیوی کونٹس آف چنکن (COUNTESS OF CHINCHON) نے اِس درخت کا تعارف یورپ میں کرایا اِس کے بعد چند مُبلّغ اِس درخت کا چھلکا اِٹلی لے گئے اور مریضوں میں مُفت تقسیم کیا۔ کچھ عرصے کے لئے اِس چھلکے کا اِستعمال متروک ہو گیا۔ جب سترھویں صدی میں اِنگلستان کا بادشاہ چارلس دوم بیمار ہوا تو شاہی ڈاکٹر رابرٹ ٹیبلٹ (ROBERT TABLET) نے اِس چھلکے کے سفُوف سے عِلاج کیا اور بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ دُوسرے سال اِسی ڈاکٹر نے اِسی سفُوف سے چند فرانسیسی اُمراء کا عِلاج کیا اور وہ صحت یاب ہو گئے اِس کے بعد کونین سے ہر شخص واقف ہو گیا۔

ربڑ

ربڑ کا درخت پہلے صِرف وسطی جنوبی امریکہ میں مِلتا تھا۔ اُنیسویں صدی میں یہ درخت سیلون، ملایا میں لگایا گیا۔ اِس کے رس سے ربڑ تیار ہوتا ہے آج ربڑ کی اہمیت سے ایک عالم آگاہ ہے۔

زیتون

اِس کا تیل مُفید ترین تیل سمجھا جاتا ہے، جو مشینوں کے علاوہ صابنوں میں بھی اِستعمال ہوتا ہے۔ یہ درخت ہزار سال تک باقی رہتا ہے اور اِس کی لکڑی فولاد کی طرح مضبوط ہوتی ہے۔

شہتوت

شہتوت کے پتّوں کو بکری کھاتی ہے تو دودھ بنتا ہے مکھی اِن سے شہد تیار کرتی ہے۔ کیڑا ابریشم اور کستوری پیدا کرتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے لیکن مختلف کارخانوں میں اِس سے مختلف اشیاء تیار ہو رہی ہیں۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾

(سورۃ المومنون۔ آیت ۱۴)

قابلِ صد ہزار تعریف ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے۔

ناریل

ایک مُسافر سخت گرمی میں ایک ایسے جھونپڑے میں جا پہنچا جس پر ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ صاحبِ خانہ نے مُسافر کو شراب، دُودھ اور حلوا نہایت عُمدہ برتنوں میں پیش کیا۔ مُسافر نے پُوچھا کہ جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آگئیں۔ کہا یہ سب کچھ ناریل کی بدولت ہے۔ میں کچّے ناریل سے پانی، پُختہ ناریل سے دُودھ، پتّوں سے حلوا، شگوفوں سے شراب، پھولوں سے شکر، چھال سے برتن، لکڑی سے ایندھن، بُنے ہُوئے پتّوں سے چھت، ریشوں سے رسّیاں

اور تیل سے روشنی حاصل کیا کرتا ہوں۔ جب یہ مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ کو جھاڑا جس سے غبار سا گرا۔ اس غبار سے سیاہی کا کام لے کر ایک پتے پر کسی دوست کی طرف سے چٹھی لکھ دی۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۝

(سورۃ لقمان۔ آیت ۱۱)

یہ ہے اللہ کا کمالِ تخلیق، اللہ کے بغیر کسی اور نے بھی کچھ پیدا کیا ہو تو ذرا سامنے لاؤ۔

دمُ الاخوین

بحرِ اوقیانوس کے ایک جزیرے میں آج سے پانچ سو سال پہلے دمُ الاخوین کا ایک ایسا درخت پایا گیا جس کا تنا دور میں ساٹھ فٹ تھا۔ اسی نوع کے باقی درختوں کو دیکھ کر علمائے نباتات نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ درخت خلقِ آدم سے پہلے کا ہے۔

درخت خور نباتات

بعض بیلیں براہِ راست زمین میں سے غذا حاصل نہیں کرتیں، بلکہ دوسرے درختوں کے رس پر پلتی ہیں اور یہ درخت رفتہ رفتہ خشک ہو جاتے ہیں۔ محکوم اقوام اسی لئے خشک ہو جاتی ہیں کہ اُن کا رس حاکم قومیں چوس لیتی ہیں۔

حیوان خور نباتات

امریکہ میں ایک ایسا پودا ملتا ہے جس کی شاخیں جال کی طرح زمین پر

بچھی ہوئی ہوتی ہیں، جوں ہی کوئی جانور اُوپر سے گزرتا ہے یہ مل جاتی ہیں اور جانور گرفتار ہوکر اِس کی غذا بن جاتا ہے۔

مگس خور نباتات

سنڈیو (SUNDEW) کے پھول پر ایک لیس دار رس ہوتا ہے جوں ہی کوئی مکھی اِس پر بیٹھتی ہے تو چمٹ جاتی ہے پھول کی پتیاں اِس پر پل پڑتی ہیں اور اِسے کھا جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس زمین میں نائٹروجن نہیں ہوتی اِس کمی کو یہ پودے مکھیوں سے پورا کرتے ہیں۔

اِسی طرح بٹر وارٹس (BUTTER WARTS) کے پتوں پر ایک گوند سا لگا ہوتا ہے جوں ہی کوئی مکھی اِس پر بیٹھتی ہے۔ پتّا مٹھی کی طرح بند ہو جاتا ہے اگر اِن پتّوں پر ریت کا ذرّہ یا چھوٹا سا کنکر رکھ دیا جائے تو یہ متاثّر نہیں ہوتے لیکن جب شکار اُوپر آ بیٹھے تو نہایت پھرتی سے مِل جاتے ہیں۔ بہ دیگر الفاظ اِن میں اِتنی عقل موجود ہوتی ہے کہ اپنی غذا اور چھیڑ چھاڑ میں تمیز کر سکیں۔

بعض جوہڑوں میں ایک ایسا تھیلی دار پودا (BLADDER WARDS) ملتا ہے جس کی ٹہنیوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہوتی ہیں۔ یہ تھیلیاں چوہے کے پنجرے کی طرح صرف باہر کی طرف کھلتی ہیں۔ جب پانی کے حشرات آرام یا غذا کے لئے اندر داخل ہوتے ہیں تو گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح ایک پودے پچر پلانٹ (PITCHER PLANT)

کے پھول صُراحیوں کی طرح شاخوں سے لٹکے ہوتے ہیں اندر میٹھا رس ہوتا ہے اور دِیواروں کے ساتھ ٹیڑھے کانٹے۔ جب کوئی مکوڑا رس پینے کے لئے اندر داخل ہوتا ہے تو واپسی پر یہ کانٹے اِس کی رفتار میں رُکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ وہ بار بار چڑھتا اور گرتا ہے اور آخر تھک کر حوض میں رہ جاتا ہے۔

صنّاعی

ایک طرف مُولی، شَلغم، پیاز اور دُوسری طرف اَنجیر، کھجُور اور آم پر غور کیجیے۔ مُقدّمُ الذِکر کے پتّے اِس وَضع کے ہیں کہ جب بارش برستی ہے تو یہ پتّے قطروں کو سمیٹ کر جڑوں میں ڈال دیتے ہیں اور آم وغیرہ کے درخت قطرات کو پھیلا کر ٹپکاتے ہیں۔ وجہ یہ کہ مُولی اور شَلغم وغیرہ کی جڑ صرف ایک ہوتی ہے اِس لئے قطراتِ باراں کو جڑ کی طرف لے جانے کا سامان کیا گیا۔ آم وغیرہ کی جڑیں پھیلی ہُوئی ہوتی ہیں۔ اِس لئے قطرات بھی پھیل کر ٹپکتے ہیں۔

برگِ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتر زیست معرفت کردگار

(سعدیؒ)

کاربن اور آکسیجن

حیوانات کی زندگی کا دارومدار آکسیجن پر ہے اور نباتات کا کاربن پر۔ اگر آکسیجن کم ہو جائے تو حیوانات ہلاک ہو جائیں اور اگر کاربن کا ذخیرہ

گھٹ جائے تو نباتات فنا ہو جائیں۔ پھر کاربن نہایت زہریلی گیس ہے اس کی بہتات حیوانات کے لئے مہلک ہوتی ہے۔ قدرت کا انتظام ملاحظہ فرمائیے کہ کاربن نباتات کی اور آکسیجن حیوانات کی غذا بنا ڈالی۔ حیوانات پودوں کے لئے کاربن اور نباتات ہمارے لئے آکسیجن پیدا کرتے ہیں۔ تمام حیوانات ایک سال میں ساٹھ کروڑ ٹن کاربن سانس کے ذریعے خارج کرتے ہیں جس میں بیس کروڑ ٹن خالص کوئلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حیوانات ایک سال میں آٹھ کھرب مکعب میٹر آکسیجن استعمال کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ دنیا میں کیا عدل و انصاف ہے۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کیا حیرت انگیز نسق ہے اور اللہ کی شانِ ربوبیت کس کس رنگ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①

(سورۃ الفاتحہ۔ آیت ۱)

آؤ تعریف کریں اُس ربّ العالمین کی (جس کا نظامِ ربوبیت اس قدر حیرت انگیز ہے)۔

حفاظتِ نباتات

نباتات کی حفاظت کے لئے قدرت نے کئی طرح کے انتظام کر رکھے ہیں۔ مثلاً:

① ہالی (HOLLY) پودے کے ابتدائی اور نچلے پتے خاردار ہوتے ہیں اور اوپر جا کر ہر پتے کے آخر پر صرف ایک کانٹا رہ جاتا ہے۔ یہ

اِس لئے کہ معمولی جانوروں کی جہاں تک رسائی تھی، وہاں تک حفاظت کی ضرورت زیادہ تھی۔

(۲) جانوروں کی دو قسمیں ہیں: نرم منہ والے، مثلاً گائے بھینس وغیرہ اور سخت منہ والے جو کانٹوں تک چبا جاتے ہیں۔ مثلاً بھیڑ بکری وغیرہ۔ مؤخرالذکر جانور کمزور تھے اِس لئے قدرت نے بعض درختوں کو کانٹے لگا دِیئے تاکہ نرم منہ والے اُنہیں کھا نہ سکیں اور وہ سخت منہ والے کمزور جانوروں کے لئے بچ رہیں۔

(۳) بچھو بوٹی[1] (کشمیر میں عام ہے) کے چھو جانے سے جسم میں آگ بھڑک اُٹھتی ہے میں خود بھی ایک دفعہ اِس کا شکار ہوا تھا۔

(۴) اِسی طرح ایک پودے "برگ شیطان" (DEVIL'S LEAF) کا ڈنک سال بھر تکلیف دیتا رہتا ہے اور بعض اوقات آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۵) آسٹریلیا کے ایک پودے (HAPORTICA MATOIDER) سے اگر گھوڑا بھی چھو جائے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۶) ایک اور پودا "زہریلی بیل" (POLSON IVY) ہے جس کے چھو جانے سے ہاتھ پاؤں اور منہ سوج جاتا ہے اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔

---

[1] بچھو بوٹی کے پاس ہی شلغم کی طرح کا ایک پودا موجود رہتا ہے، ایک پتہ توڑ کر زخم خوردہ مقام پر رگڑ دیجئے۔ فوراً آرام آجائے گا۔ (برق)

(۷) بعض پودے ایسا بدبُو دار رس خارِج کرتے ہیں کہ جانور پاس تک پھٹکنے کی جُرّأت نہیں کرتے۔

(۸) ''چھوئی مُوئی بُوٹی'' صِرف موجِ نفس سے سِمٹ جاتی ہے اور جانور بِدک جاتا ہے۔

(۹) ایک پودا ''ٹیلیگراف'' (TELEGRAPH PLANT) ہوا کے بغیر ہی دِن رات جُھومتا رہتا ہے جِس سے جانور خوفزدہ ہو کر دُور بھاگتے ہیں۔

(۱۰) مُضِر حشرات کو پھانسنے کے لئے جِن درختوں کے تنے اور شاخیں ایک قِسم کا گوند نِکالتی ہیں جِس میں یہ حشرات پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ یہ گوند تبھی نِکل سکتا ہے کہ درخت میں سُوراخ کیا جائے اِس کام کے لئے قُدرت نے لمبی اور تیز چونچ والے پرندے پیدا کر دِیئے جو درختوں میں سُوراخ کرتے پھرتے ہیں۔ اِن سُوراخوں سے گوند نِکلتا ہے جو درخت کا مُحافِظ بھی ہے اور زخم درخت کا مرہم بھی۔

(۱۱) بعض پودوں کے غُنچوں سے میٹھا رس نِکلتا ہے جِسے حاصل کرنے کے لئے چیونٹیاں اُدھر جاتی ہیں۔ رس بھی پیتی ہیں اور ساتھ ہی اِن حشرات کی خبر لیتی ہیں جو اِن پودوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب یہ غُنچے مُکمّل ہو کر بیج بن جاتے ہیں تو یہ رس سُوکھ جاتا ہے۔ یہ رس چیونٹیوں کی نوازِش کا صِلہ ہے۔

(۱۲) بعض درختوں پر بڑے بڑے چیونٹے گھومتے پھرتے ہیں

جن کا کام چوکیداری ہوتا ہے۔ یہ حشرات حیوانات کو اِس زور سے کاٹتے ہیں کہ اُنہیں بن بھاگے نہیں بنتی۔

غور فرمایئے کہ قدرت نے ہماری غذا کی فراہمی و حفاظت کا کیا حیران کن انتظام کر رکھا ہے پھر ہر درخت اور ہر پودے میں کس قدر اسباق و آیات ہیں۔ عالمِ نباتات میں کتنا تنوع ہے، لاکھوں پودے، ہر پودے کی ہیئت الگ، خاصیت الگ، پھل الگ، کہیں کوئی غلطی نہیں، بد نظمی نہیں، حفاظت سے غفلت نہیں، تربیت سے تساہل نہیں، آؤ اِس خالقِ لازوال کی حمد و ثنا کے زمزمے گائیں جس نے ہماری حسین دُنیا کو حسن و جمال کا مرکز بنایا اور ہماری تفریح کے لئے اِسے لالہ و گُل سے سجایا۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤

(سورۃ الاعلیٰ۔ آیت ۱ تا ۴)

اُس رَب کی حمد وثنا کے ترانے گاؤ جس نے کائنات میں حسن و جمال پیدا کیا (تسویہ) ہر چیز کو پیدا کر کے ایک خاص دستور العمل کے نباہنے پر لگا دیا (ھدیٰ) اور جس نے چراگاہیں اور مرغزار تیار کئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میری دُعاء ہے کہ
وہ اِس کتابچہ سے اُمّتِ مُسلِمہ کو اور طالبینِ
عُلومِ شرِیعت کو نفع پُہنچائے اور میں اِبتداء
میں بھی اور خاتِمہ پر بھی ربُّ العزّت کی
حمد کرتا ہُوں اور اُس کے بندے، رسُول،
پیغمبر اور آخری نبی صلَّی اللہُ علیہِ وَسلَّم پر اللہ
اپنی رحمتیں اور سلامتی نازِل فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنَ۔

احسن عبّاس